



درین عشق پی...

شوکت تھانوی

ناول پیشنگ ہاؤس جنگپورہ دہلی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

بار اول

قیمت

تین روپے ۵۰ نئے پیسے

تعداد اشاعت

پانچ سو

پرنٹر

سٹوڈیو پریس دہلی

اس ناول کے تمام واقعات اور کردار فرضی ہیں۔ اگر
کوئی مطابقت ہو تو اس کے لئے مصنف یا ناشر پر کوئی
ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

انتہا

اُن عاشقوں کے نام جن کو اس مرض کی وجہ سے لعنتوں میں
گرفتار ہونا پڑا ————— !

شوکت تھانوی

پہلا باب

بات واقعی حیران کن تھی۔

اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ پتھر میں واقعی جو تک
لگ سکتی تھی۔ مگر خود اُس نے اپنے کانوں سے ابو الفرج کو فون پر
دوسرے سے کہتے ہوئے سنا تھا۔

واقعی میں ایک لڑکی سے محبت کرنے لگا ہوں۔۔۔۔۔ الخ

اور اب وہ مجبور تھا کہ اپنی قوتِ سماعت پر اعتماد کرے۔

وہ کہہ کر اُسے تعجب ہو رہا تھا کہ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو کیسے ہوا؟
ابو الفرج حسینی جیسے سٹکی اور خشک مزاج آدمی سے ایسی شاعرانہ حرکت
کیسے سرزد ہو گئی۔؟

اگر وہ کسی گدھے کے سر پر اپنا کم سینکڑوں کو اُگتے دیکھتا بھی تو اتنا
تعجب نہیں ہوتا جتنا اب ہو رہا تھا۔

پھر وہ ابو الفرج حسینی کے متعلق سوچنے لگا۔

ابوالفرح حسینی اُس کا یعنی محمود الرشید کا لڑکپن کا ساتھی تھا۔ ایک
ساتھ دونوں نے نڈل کلاسس سے لے کر بی اے تک تعلیم پائی تھی۔ اور
گریجویشن فائنل کا امتحان دیتے ہی شہر سے ہاسٹل سے ابوالفرح جو غائب
ہوا تو اب چار سال بعد آیا تھا۔ ویسے اس نے اپنی روپوشی کے آغاز
میں اسے اطلاع دی تھی کہ وہ زراعت کر رہا ہے۔ اور اس کا ارادہ نہ
نہی کر کے رہا ہے اور نہ آگے تعلیم حاصل کرنے کا۔ پھر ایک آدھ ماہ بعد
اس کے دو تین خطوط اور آئے۔ محمود نے اپنی روایات برقرار رکھیں
یعنی کسی کا جواب نہیں دیا۔

ویسے بھی وہ خاصا معروف رہتا تھا۔ کالج یونین کے معاملے۔ ہاکی اور
فٹ بال کلب کے مسائل وغیرہ جو تھے۔

اور آج کل وہ یوں بھی ذہنی طور پر خاصا پسماندہ تھا۔ انٹرویو میسٹی
ہاکی ٹورنامنٹ میں آٹھویں بار عثمانیہ یونیورسٹی کی نمائندگی کر رہے تھے تمام
کوششیں ناکام ہوئی جا رہی تھیں۔ کم بخت ہاکی ایسوسی ایشن والوں
کو اچانک نہ جانے کیا سوچھی کہ انہوں نے ایک شخص کے سات بار سے زیادہ
ٹورنامنٹ میں کھیلنے پر امتناع عائد کر دیا تھا۔ اور اب وہ ہاکی کے قواعد اور
رواجوں میں تضاد کے متعلق ایسوسی ایشن سے مراسلت کر رہا تھا۔ آخر
تیسری بار ایم اے جوائن کرتے سے اس کا مطلب کیا تھا۔ اور

اور ان حالات میں اقل تو اُسے ابوالفرح کی شہر میں آمد ہی
ناگوار گزری تھی۔ چہ جائیکہ وہ اس کے عظیم کارنامہ کی تفصیلات سننے کیلئے

تیار ہو جاتا۔ !

مگر اب اُسے اس امر پر مجبوراً رضا مند ہو جانا پڑا تھا
کیونکہ

کیونکہ اُسے آخر الذکر کو مشورہ بھی دینا تھا اور مقصد و مراد کے حصول
میں اس کی مدد بھی کرنی تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے صلاح و مشورہ دو کہ میں کیا کروں، راتوں
کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ اُف ... اف ... فون پر ابو الفرج کا ہجہ
رقت انگیز سا تھا۔ یقیناً وہ بہت پریشان تھا۔ مصیبت زدہ ہو گیا تھا
یعنی عشق زدہ۔

اور عشق سرتاپا پریشانی نہیں تو اور کیا ہے۔ ؟

اور — اور اس نے یہ امداد طلبی کی لت خود لگا لی تھی۔ کالج
کے دنوں میں — جب کہ دونوں ہاسٹل کے ایک کمرہ کے شریک
تھے۔ اُس نے بار بار ابو الفرج (مولوی عینکی) کو بلا طلب مشورے
دیئے تھے۔ ہدایتیں دی تھیں۔ اور جو ہمیشہ قیمتی اور قابل قدر ثابت
ہوتی تھیں۔

یوں بھی مشورے دینا اُس کی عادت — بلکہ فطرتِ ثانیہ ہی
بن چکی تھی۔

وہ اپنے طبقہ احباب میں اور جان پہچان والوں میں ابتدا ہی
سے محمود دی اسکیر (MAHMOOD THE SCHEMER) مشہور تھا

ہاسٹل میں لڑکے بلا لحاظ و تفریق عمر اُسی سے تقریباً ہر معاملے میں مشورے
 دیا کرتے تھے۔ کسی کی حاضری کم پڑی ہے۔ کسی کا منی آرڈر نہیں آیا ہے
 کسی کا پیمہ خراب ہو گیا ہے۔ کسی کا..... اور محمود گھنٹوں اور دنوں
 سے ابھی ہوئی گتھیوں کو واقعی منٹوں میں سلجھایا کرتے تھے۔

توغیر صاحب۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ابوالفرح دی عینکی یا
 مولوی عینکی کو اچانک کیا سوچھی کہ وہ ایک لڑکی پر عاشق ہو بیٹھا۔ اور
 ...۔۔۔ اس عینکی کی تشریح نہیں ہوئی ہے۔ بات یہ تھی کہ ابوالفرح
 اس قدر موٹے فریم کی۔ سینگوں کے فریم۔ کی عینک لگایا کرتا تھا
 کہ اس کا دُبلّا پتلا، پچکا ہوا سانولا چہرہ عینک کے پیچھے بالکل چھپ جاتا
 کرتا تھا۔ پس ایک ناک، منہ، ٹھوڑی اور پیشانی اور بال نظر آتے تھے
 یا پھر موٹے موٹے شیشوں میں سے بھانکتی ہوئی دو بھوری آنکھیں نظر آتی
 تھیں۔ اور یار دوستوں نے اسے خطاب سے نواز ہی دیا۔ اور یہ
 خطاب بھی کچھ ایسا جچا، یعنی اُس پر اس طرح چپک گیا تھا کہ وہ انٹر میڈیٹ
 کے دوسرے سال سے لے کر جب تک کالج میں رہا۔ عینکی ہی کہلایا۔

آدھ گھنٹہ بعد ابوالفرح حسب وعدہ اس کے کمرے میں داخل ہوا۔
 ۔۔۔ پیارے۔۔۔ اُس نے دروازے میں اندر آتے ہوئے نعرہ
 لگایا۔

۔۔۔ ہوتے محمود نے کہا۔

اور اٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔

عینکی میں ذرہ برابر بھی — رمت برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی تھی
وہی موٹے فریم کا چشمہ — چہرے پر ہونٹا پن اور ویرانی اب بھی تھی۔
اُٹ — چار سال — ہم چار سال بعد مل رہے ہیں — تم —
خاصے بدل گئے ہو۔

ہاں — محمود نے اقرار کیا۔ وہ ذرا موٹا ہو گیا تھا۔ مگر تم — تم بالکل
نہیں بدلے عینکی — !

• ہو ہو ہو — باا — آ — عینکی — تم اب تک میری عزیت نہیں
بھولے۔ سناؤ کیا حال چال ہیں۔ سنا ہے کہ اب تم تیسری بار ایم اے
کر رہے ہو۔

• ہاں — وہ — ہاکی کے شوق کی بات تو تمہیں معلوم ہی ہے۔
• ہاں — مگر بار کیا ساری عمر ہاکی کھیلتے ہوئے گزارنے کا ارادہ
ہے۔ لعنت ہو تم پر۔

• نہیں — لیکن اور کروں بھی کیا۔ نوکری دوکری تو کرنی نہیں ہے۔
محمود نے جواب دیا۔

• ہاں — میں بھول گیا تھا۔ خدا سلامت رکھے تمہارے چچا اور
چچی کو — ابو الفرح نے کہا۔

محمود کو جہہ متیم تھا۔ اس کے والد مرحوم کے ایک رشتہ کے بھائی
نے گورے لیا تھا۔ اور یہ چچا فرخندہ نگہ کے ایک مشہور متمول آدمی نواب

شہادت جنگ تھے۔ اور رادی اسی لئے اس کے حق میں چین ہی
چین لکھتا تھا۔

۔ سناؤ۔ تم سناؤ کیا مال ہے تمہاری زراعت۔ ار۔ ار۔
... وہ۔ وہ۔ محمود کو بات یاد آگئی۔ تم نے فون پر جو کہا تھا۔ وہ۔
وہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے پوچھا۔

۔ دو۔ وہ۔ ابو الفرج شہر مار کر ہٹلانے لگا۔

۔ تو کیا سچ مچ تم کسی کو دل دے بیٹھے ہو۔

۔ ہاں۔ جیسے وہ اقرار جرم کر رہا تھا۔

۔ خوب۔ بہت اچھے۔ ہا ہا ہا۔ محمود ہنسا۔

۔ اور.... اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں...

میں اس سلسلہ میں تمہاری مدد ضروری سمجھتا ہوں۔ عینکی نے طعنیہ
انداز میں کہا۔

۔ میں دیکھوں گا کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔

لیکن تم کچھ اس لڑکی کے متعلق تو بتاؤ۔ کون سی خوش نصیب

.....!

۔ خوش نصیب۔۔۔ خوش نصیب تو میں ہوں کہ اس جیسی لڑکی

سے.... اس نے روایاتی عاشق کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

۔ ہم۔ آہم۔ چلو تم ہی خوش نصیب سہی۔ محمود نے اسے ٹوکتے

ہوئے کہا۔ اب اس کا کچھ حدودِ درجہ وغیرہ بتاؤ۔

حدودِ اربعہ - حدودِ اربعہ : اس کے دوست نے دہرایا اور
پھر جلدی سے سر ہلا کر بولا : ہا ہا - ہا - میں سمجھ گیا - اُت - چار سال بعد
یہ لفظ سن رہا ہوں :

دیکھو میاں - میں $3\frac{1}{4}$ کی پکچر دیکھنے جا رہا ہوں - اور اب دو
بجے ہیں - آدھ گھنٹہ ہے میرے پاس - یعنی جلدی سے مطلب کی بات پر
آجاؤ - اور غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرو : اسکیمر نے کہا جو اپنے دوست
کی عادت سے واقف تھا -

اچھا یا ر اچھا - سنو - ہوا یہ کہ - میں تمہیں ابتداء سے سن رہا
ہوں قصہ :

اچھا بھی - سناؤ : محمود نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا -

ابوالفرح سے اختصار کی توقع بھی غلط تھی -

ہوا یہ کہ گزشتہ ہفتہ کی بات ہے : اس نے کہنا شروع کیا
میں اپنی جیب میں کھیتوں سے قصبہ کو واپس آ رہا تھا کہ میں نے قصبہ
سے اندازاً دو میل پہلے سڑک پر ایک کار کو کھڑے ہوئے دیکھا - اور -
اور اس کا ڈرائیور انجن پر جھکا ہوا کھٹ کھٹ کر رہا تھا - اور اور
اُس میں وہ بیٹھی ہوئی تھی :

وہ کون - وہ انجانے میں محمود کے منہ سے نکل گیا -

وہ - میرے سپنوں کی رانی - یعنی وہ جو اب میرے سپنوں کی
رانی بن چکی ہے - لعنت ہے ہو تم پر - اتنا بھی نہیں سمجھتے : ابوالفرح نے

جینتے ہوئے کہا۔

یعنی پھر تم نے اپنی بکو اس شروع کر دی۔ مختصرے مختصر الفاظ میں
بتاؤ۔

اچھا یار۔ اچھا۔ تو سنو۔ میں نے اسے لفٹ دی۔ اپنے
تعبے سے ریش نگریک۔ ابو الفرج نے منہ بناتے ہوئے کہا: جہاں
وہ اپنی کسی خالہ سے ملنے جا رہی تھی۔ اور۔ اور جہاں وہ ایک کوٹھی
کے سامنے اتر رہی تو اس نے بڑی سُر ملی آواز میں کہا: شکریہ۔ میں
بتا نہیں سکتی کہ میں آپ کی کس قدر مشکوہ ہوں اگر آپ وہاں نہ ملتے
تو.....۔ پھر مجھ کو ایک نظر ڈال کر اندر چلی گئی۔ اور میں واپس
لوٹ آیا۔

اتنا کہہ کر اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور چشمہ اُتار کر رومال سے
پونچھنے لگا۔

پھر... ۹۰

پھر کیا ہوتا۔ اُٹ اس کی وہ نظر کام کر گئی۔ اور اُس دن سے
آج تک اچھا طرح سے سو نہیں سکا۔

او عینکی کی دُم۔ دماغ ٹھکانے ہے یا نہیں۔ اسے کوئی شک بھی
ہے۔ ایک انجانی لڑکی کو لفٹ دی۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور تم اُس پر
عاشق ہو گئے۔ لعنت ہو تم پر:

انجانی نہیں۔ میں اس کا نام جانتا ہوں۔ اور ویسے بھی مجھے ایسا

معلوم ہوتا ہے جیسے میں اس سے جہنم جہنم کا شناسائی ہوں ۔ مگر ملاقات بس
گزشتہ مینچر کو ہوئی ۔ ات اُس کی وہ نگاہ :

ہوں ۔ ہوں ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ چلو مان لیا تم اس پر عاشق
ہو گئے ۔ اب : :

اب ۔ یعنی ۔ :

یعنی یہ کہ میں کیا کروں ۔ :

تم کیا کرو گے ۔ : ار ۔ ار ۔ میں سمجھا ۔ اب میں اُس
سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ تمہیں معلوم ہے کہ اماں کو بہو کی کتنی
ضرورت ہے ۔ : لعنت ہے :

ہاں ۔ محمود نے کہا ۔ حالانکہ وہ اس بارے میں کچھ بھی
نہیں جانتا تھا ۔

اب تم مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں ۔ :

مشورہ ۔ : اس کے دوست نے ۔ بیچارے زبردستی کے
بنائے ہوئے بوجھ بکھڑے لے کہا ۔

ار ۔ ار ۔ میں نے تمہیں تفصیلات نہیں بتائیں ۔ ڈرو مت
میں مختصر بات دے گا ۔ جیب میں اتنا روپیہ کے سفر کے دوران
میں اس سے غریب باتیں ہوئیں ۔ پتہ چلا کہ اس نے اسی سال
فی اس کے امتحانات دیے ۔ اُف کیا بات اُس کس قدر حسین ہے
وہ ۔ اُف ۔ اُف !

• ہوں تے محمود نے کہا۔ جو باتوں کے لایعنی ہو جانتے ہو۔
ہو چلا تھا۔

• اے نام بھی کس قدر حسین ہے نعیمہ۔ نعیمہ راحت بیگ۔

• نعیمہ راحت بیگ۔ • محمود چیخ اٹھا۔

• ہاں۔ مگر۔ مگر تمہیں کیا ہوا جو...۔

• کچھ نہیں۔ میاں سمجھو کہ تمہارا کام ہو گیا۔ نعیمہ۔ آ۔ آ۔ آ۔

بیچاری نعیمہ۔

• تم۔ تم۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اس سے واقف ہو۔ •

• ہاں۔ بہت اچھی طرح سے۔ محمود نے عشق زدہ نوجوان کے

اشتقاق و تحمیر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا: مینی تال میں پورا جوان اور

آدھا جولائی اس سے وزانہ واسطہ پڑتا رہا تھا۔ وہ راسخہ کی

سہیلی ہے۔

• پتہ۔ •

• ہاں۔ بہت اچھی خاصی لڑکی ہے۔ میں۔ میں تمہارے

حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہو ہو ہو۔ تمہاری

نظر بھی لڑی تو کس سے۔ نعیمہ سے۔ ہو ہو۔ آ۔ آ۔ آ۔

خوش تھا۔

اس لئے کہ وہ اپنے دوست کو نہ صرف کارآمد شہور سے دے سکتا

تھا بلکہ اسے منزل مقصود تک بھی پہنچا سکتا تھا۔

۔ اُٹھ۔ ملتے ہو نہ ہیں۔ کیسی اچھی لڑکی چُنی ہے میں نے۔ ابو الفرج نے اکر کر کہا۔

۔ چُنی تو کیا ہوگی خیر۔ اب مجھے کچھ اور بتاؤ کہ کیا کیا باتیں ہوئی تھیں اس سے سفر کے دوران میں۔

۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں۔۔ زراعت کرتا ہوں اور خصوصیت سے باغبانی۔ سبزیاں وغیرہ اگاتا ہوں اور پھر میں نے اپنے باغ کے ٹماٹروں کا تذکرہ کیا۔ وہ۔ وہ۔ ٹماٹر اُسکی بھی مہربان چیز نکلی۔

اور پھر حسبِ عادت عینکی نے ٹماٹر پر ایک لکچر دیا۔ اور اس کے فائدہ و خواص۔ ٹماٹر کے پر دور کی عادات و فضا کی پریشانی ڈالی۔ اور محمود چپ چاپ سنتا رہا۔ وہ ہاسٹل میں سینکڑوں بار اُس سے ٹماٹروں کی شان میں قصیدے بلکہ غزلیں تک سن چکا تھا تین چار منٹ بعد ابو الفرج کو یاد آیا کہ وہ موضوع سے ہٹ گیا ہے اس نے ہم وہ موضوع پر آگیا۔

۔ اُٹا تو میں کہہ رہا تھا کہ۔ کیا کہہ رہا تھا۔ اُٹ۔ ارد۔ یاد آگیا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ریش نگر سے سنیچر کے دن یہاں فرخندہ نگر آئے تھے۔ ٹھیکری میں کوئی اچھی سی پکیجنگ لگی ہے۔ اور میٹھی شور بکھینے کے بعد پھر اپنا حال زار بہنوں کے ساتھ۔ ریش نگر واپس ہو جائے گی اُٹ۔ یہی حالت وہ جہاں یاد رہا تب کرتی ہے۔ ہا۔ آ۔ اُٹ۔ اور

میں - مجھے صبح یہ بات یاد آئی اور میں یہاں دوڑا چلا آیا :
بہت لپھے - اور تم نے ٹیوٹی کا میٹنی کا ٹکٹ لے لیا - کس درجے
کا لیا - کیا پتہ کہ وہ کس کلاس میں بیٹھے :

یہ میں نے سوچ لیا تھا - میں - میں نے - وہ قاتلانہ انداز
میں مسکراتا ہوا بولا : ایک روپیہ چار آنے والے درجے سے لے کر
ساتھ چار روپے والے درجہ تک کا ایک ایک ٹکٹ لے لیا ہے :
واللہ - جواب نہیں ہے - تمہارا - لیکن یہ ترکیب تمہیں
کیسے سوجھی - ۶ -

بس سوجھ گئی - اس کی مسکراہٹ اب بھی ناخانا ہی تھی -
عشق کے معجزے ہی میاں - تجھے - در نہ تم - تمہارے باپ
کو بھی یہ بات نہ سوجھتی - محمود نے ہنس کر کہا -
ابوالنرج بھی ہنسا لیکن بولا کچھ نہیں -

دیکھو معاملہ میں سمجھ گیا - اب تم اس کے ساتھ پکچر دیکھو - جی
تھیٹر ہال میں ہو سکے تو مل لو - پھر مجھے بتانا کہ کیا ہوا - ارے - میں بھول
گیا - بات یہ ہے کہ میری بکھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ تمہیں نیمہ سے محبت
کیسے ہو گئی - ۷ -

بس ہو گئی - تم جانو - وہ پہلی نظر والی بات ہے نا -
ادہ - تو یہ بات ہے - اب سمجھ گیا -

پھر دونوں دوستوں میں جیتی باتوں پر مہجولی ہولی ہولی باتوں کا

تہ کر رہے تھے۔

تین بچے ابو الغریب اس نے یہ وعدہ کر کے اٹھا کہ وہ ایک ماڑ سے
سات بچے ہو کر جو بائیں میں اس سے ملے گا :

اور یہ بات تو میری تھی کہ محمود چارہ گری کی ترکیب بتانے یعنی
مشورہ دینے کی فہم زنی صورت میں ملے گا :

باب

شام کے سات بجے رہے تھے کہ ابوالفرح بلو جاسمین میں داخل ہوا
 محمود گیٹ کے پاس کھڑا ہوا اس کا استفسار کر رہا تھا۔
 ۔ ہا۔ آئے عینکلی نے نعرہ لگایا اور جیب سے دس روپے بولے بولا : وہ
 نہیں ملی ۔

کیوں ۔ کیا ہوا ۔ محمود نے کہا : شاید اس نے پروگرام منسوخ
 کر دیا ہو ۔

نہیں ۔ بلکہ مجھ سے چڑک ہو گئی ۔ دراصل وہ دہلی والی نہیں بلکہ
 دیکھنے والی تھی ۔ اور میں ۔ میں ٹیولی میں بھاگتا تھا ، میرے سینے میں
 فرق تھا ۔ لعنت ہے ۔

۔ اوہ ۔ پھر ۔

سنو تو سہی کہ کیا ہوا ۔ میں ٹیولی گیا ۔ اور انٹار میں کھڑا رہا ۔

یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ہمیشہ نگر میں اُس کی ایک قاد رہتی ہے
مگر وہ خود کہاں رہتی ہے۔ یہ نہیں معلوم تھا۔ اور شہر۔ اس لئے
کچھ بتایا تو تھا۔ میں بھول گیا ہوں :

۔ لعنت ہے تم پر۔ ایسے اہم موقع پر بھول گئے : اُف : ابو الفرج نے
مپٹے پرانے دوست کو ڈانٹا۔

۔ اُہم۔ کے معلوم تھا کہ تم اُس عاشق ہو جاؤ گے اور مجھ سے اسکا
اتنا پتہ پوچھنے آؤ گے :

۔ تو پھر کیا کریں۔ ہا۔ اُف۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے : عاشق۔
خو آموز عاشق کی زبان سے نکلا۔

تم بھی کیسے عاشق نکلا۔ مجبورہ کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم
ہے :

۔ یار۔ اور مذاق اُڑاؤ۔ دل پر چھریاں چلا رہی ہیں اور تم
طنز کر رہے ہو۔ ہا۔ خوب یاد آیا : ابو الفرج نے کہا : اُس نے بتایا
تھا۔ اُس پر ہی وصال حسینہ نے بتایا تھا کہ وہ انوار کو ہمیشہ نگر سے
کسی حشر گنا جائے گی۔ جہاں کوئی چچا حنا بد رہتا تھا۔ ایک
بغتہ کے لئے :

۔ صمیم و۔ محمود نے اسے روکے ہوئے کہا : تمہیں بھی صمیم
سے یاد ہے۔ حسرت گنج اور مچھا قاندہ۔ یہ جو خلو نام یاد رہا ہے
ہیں۔

ہوا ہوں اور انہیں بھی پور کر چکا ہوں۔ اور اس سے نجات پائے ہوئے
 دس دن بچا نہیں گزرے ہیں۔ اور تم بھر بچے ان کے پاس گھسیٹے جانا
 پڑتے ہیں۔ ایں۔ ایں۔ ایں۔

۔ مگر یا ر پیر کا کام کیسے بنے گا۔ ۱۰

۱۰ سو۔ میں تمہیں پرسوں۔ زیادہ سے زیادہ پرسوں کسی ترکیب
 سے حشت گنج بھجوا دوں گا۔ اور پھر تم ہو گے۔ تنہا ری البیلی حسینہ۔ ادا
 نا۔ نا۔ بات پوری ہو لینے دو۔ اور شہامت کا شیخ کا خوبصورت باغ
 ہو گا۔ بھیل ہو گی۔ چاندنی راتیں بھی ہیں۔ اور بھیل میں بونگ ہوتی ہے۔
 فغا غامی رومانی ہوتی ہے۔ سب اظہار مدعا کر دینا۔ اور اگر اس نے ہنسنا
 کر دی تو پھر رشادی کو اتنا میرا ذمہ سمجھے۔

سمجھ گیا۔ اب سمجھ گیا۔ مگر غلام تم خود کیوں نہیں آؤ گے۔ ۱۱
 میں ہی آؤں گا۔ مگر تین چار دن تاخیر کر۔ اچھا اب کچھ کھلاؤ گے
 یا شورے اور رائے مفت رہے گی۔ ۱۲

۱۲ تھلیا یا ر ۱۲ ابو الفرج بولا۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ بیگم۔

آؤ چلیں۔

۱۳ ارے بھئی۔ میں تم سے پوچھنا بھول گیا تھا کہ تم آخر کس جگہ

کہاں ہو۔ ۱۴

۱۴۔ ۱۵۔ میں بھی بتانا بھول گیا تھا۔ لعنت ہے۔ کہیں میں غم رہا

۱۔ ۲۔ نا۔ تکلف پر مرث۔ ایک دن کا کرا یہ دے کہ میں کچا کھلاؤں۔ ۱۶

۔ جی ہاں۔ خیریت تو سب تانے ہے۔

۔ بالکل خیریت ہے۔ مچی بیگم نے مجھے حشت گنج بلایا ہے اور

کچھ نہیں۔

۔ تو پھر آپ جا رہے ہیں۔ باندھوں سامان وغیرہ۔

۔ نہیں۔ میرے پیارے رمضان نہیں۔ بندہ کہیں جاؤا نہیں

رہا ہے۔

۔ لیکن بیگم صاحب نے۔۔۔

۔ تم اور حسین بنالادو نے سوئے اور پی آواز میا کہا۔

پھر ادا و نسیم کے آتے آتے اس نے سوچ لیا کہ کیا عرقہ کار

اختیار کیا جائے۔

رمضانانی نے اس نے نوکر کو کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر

کہا نے گلاس رکھ دو یہاں اور ایک ایک سپر سٹار سے آؤ۔ روپے

آیا نا تمہارے پاس۔

۔ جی ہاں۔

محمود نے جواب میں برتا رہیجا وہ یہ تھا۔

۔ فوراً کی تو یہ کہتے تھے۔ محمود نے

رات کو بارہ بجے رمضانانی نے اسے جگا کر سیفون ڈرائنگ روم میں

دروازہ کھولا۔ ڈرائنگ کال ہے حشت گنج۔

کون ہے نے محمد مار تھ پیس میں دھڑکتا ہوا بولا ۔
 وہ مزے سے خراب میں ہاکی قاتل کہیں رہا تھا ۔ اور گول مارنے کے
 تہیب تھا کہ مضافی نے جگا دیا ۔ اور قیامت مود بڑ گیا تھا ۔
 گدھے ۔ یوں کیوں چنچ رہا ہے ۔ فن کے اس سرے سے کسی
 نے زانی آواز میں کہا ۔

ادہ ۔ آپ ۔ چچی بگیم ۔ محمد نے آواز میں چپان فی وہ
 چچی بگیم تھیں ۔

ہاں ۔ میں ہوں ۔ اور سنو تم کل صبح پہلی بس سے مشت گنے
 روانہ ہو رہے ہو مجھے ۔

اور چچی انہوں نے فن رکھ دیا
 ہاں ۔ مجھ میں نہیں آتا کہ میری مشت گنے میں ۔ اتنی کیا شدید ہوتی
 ہے اس نے کہا اور چچی پادرتان بی ۔

مضافی نے منہ بنا کر اپنے آٹا کو دکھایا ۔ ایک آدھ منٹ توقف
 کرنے کے بعد وہ فن اٹھا کر نے میں جا رہا تھا کہ محمد نے آستے ٹوکا ۔
 اور مضافی ۔ لافندہ تم نے آؤ ۔ یہاں تارکھہ دوں گا ۔ علی البیاض
 رہتا ۔ بھئی ۔ بھئی ۔

جی ۔ مضافی نے ۔

چند منٹ بعد ۔ انھیں ملنا پڑا کہ وہ تھا

• جلدی نہ سے آپ کا مطلب واقعی • فوراً • ہے یا • اور آؤ •
 کا مطلب بالکل آؤ • ہے • وہ • — • حیران و سراپیمہ محمود •
 لکھ کر اس نے ایک سرسری سی نظر ڈالی اور پھر قارم رمنفانی کی طرف
 بڑھتا ہوا بولا •

• صبح نو بجے سے پہلے مجھے جگنا نہیں • سمجھ •

• جی ہاں • سمجھ گیا • رمنفانی نے کہا •

• اور یہ تار بھی ایکسپریس ہوگا • اب جاؤ •

اور پھر وہ غر آپ سے چادر کے اندر ہو گیا •

رمنفانی کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی • وہ اپنے توجہات آقا کی

نظرت سے • عادات سے بخوبی واقف تھا • وہ اس کی زندہ دلی و رکابی
 سے بھی اچھی طرح واقف تھا •

اور اس طریقہ مراسلت سے اخطار کتنا بت کا بھی اسے علم تھا • اُسے

معلوم تھا کہ اس کا آقا واقعی وقت کی قدر کرتا ہے • پیغامات کی ارسیا
 کے لئے ہمیشہ تیار بھیجا کرتا ہے • اور سیم صاحبہ کی تیار بازی بھی اس کے
 لئے کوئی نئی بات نہیں تھی •

پس نو بجے جب محمود اٹھا تو چچی بیگم کا بھیجا ہوا ایک ایکسپریس بارنگ

پنگ کے ایک بازو رکھا تھا •

لکھا تھا •

ہاں - ہاں - ہاں - ہاں - اور اگر لب تہی تم کچھ نہیں
 سمجھو تو تم پر لعنت ہو۔ میں ایک دم چلے آؤ الحق - درندہ...
 قالدہ۔

میاں محمود نے پڑھ کر ایک دو منٹ منہ بنایا اور پھر تین چار سگریٹ
 پھونکنے کے بعد مسکرائے۔
 انہیں کچھ سوجھ بوجھ تھی۔
 اس نے پھر ایک تار بھجوا۔
 میں اب بھی آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آخر - کیوں آؤں - ؟

اور اس کی یہ حرکت قفس غیر متوقع یا عجیب نہیں لگتی۔
 اپنی بڑھی ہوئی بندہ سنجی شگفتہ مزاجی اور زندہ دہانے اس سے اضی
 میں بھی اس طرح کی حرکتیں کر دیتی تھیں۔
 اور دیے بھی یہ معاملہ تھی پیگم کو تھا۔ جو اس پر ہمیشہ سے جان چھڑکاتی
 تھیں۔ اور جس کی ناز برداری اور جن کے لاڈ نے اسے بڑی حد تک بگاڑ
 بھی دیا تھا۔

لیکن بس۔ بگاڑ بگاڑ طلب یہ نہ لیجئے کہ جس کی عادات اور خصلت
 بڑھتی رہیں۔ بس حرکتیں عجیب جمنا کرتی تھیں اور کچھ نہیں۔

”کچھ کچھ قریب جب وہ ہمارے شہر بنا چکا تھا اور تاسف کے میز پر

بیٹھا ابواضح کا انتظار کر رہا تھا ۔ تار کا جواب آیا ۔
 ہس فوراً چلے آؤ ۔ فوراً ۔ اور یہ تار بازی بند کر دو کیا
 تم سمجھتے ہو کہ روپے کا مصرف صرف یہی ہے کہ ہر گھنٹہ کے بعد
 نہیں تار دوں ۔ ۹۔

خالدہ ۔

ہم ۔ تو مچی بیگم واقعی یہ پتا ہتی ہیں کہ میں فوراً شہامت کا بیج
 بیج جاؤں ۔ لیکن کیوں ؟ ۔ اس نے تار پٹھتے ہوئے سوچا ۔
 پھر اسے خیال آیا کہ عکما کا قول ہے کہ خالی پیٹ ذہن پر بار نہیں
 ڈالنا چاہیے ۔

۔ رمنالی ۔ ناشتہ لاؤ ۔ میں کسی سفرے کا انتظار نہیں کروں گا ۔ وہ
 جب آئے گا تو تنہا کھائے گا ۔

ناشتہ کرتے ہوئے اس نے سوچا کہ خرمچی بیگم کیوں اسے بل رہی
 ہیں ۔ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ۔

ادھر رہتی جانے کی ۔ تو وہ نفسی رس بات پر تیار نہیں تھا ۔

فینی تال میں ڈیڑھ ماہ اور اس سے پہلے دس دن اس کے شہادت
 کا بیج میں مچی بیگم کے ساتھ گزارے تھے وہی اس کے لئے کافی تھا ۔

دانت پر موڑ ۔ اتنے بچے جاگے ۔ اتنے بچے بڑی ہو ۔ اور اتنی
 دوزخ ٹھہرائے ۔ ٹھیک ۸ بجے ناشتہ کرو ۔ ناشتہ کے بعد اخبار
 پڑھ کر سناؤ ۔ ساڑھے نو کے بعد سے ۱۱ بجے تک رات کے بعد

کے شکار پر جاؤ۔ یا پھر چچا جان کی لائبریری میں بیٹھو۔ سائے بارہ بجے
 دوپہر کا کھانا۔ ۲ بجے سے سائے چار بجے تک قیلو کرو۔
 وقت کی پابندی۔ وقت کی پابندی۔ کھانے، سونے
 بلکہ..... ایک وقت کی پابندی اس کے فرشتوں سے بھی ناممکن تھی
 مگر چچی جان نے اس سے یہ سب کچھ ناگوار فرائض انجام دلوائے
 تھے۔

اور اب وہ اپنی بادشاہت چھوڑ کر کیوں چرچی بیگم کی تاد
 شاہی میں جانے لگا۔ یہاں تو جب جی چاہا کھایا، سویا۔ بلکہ گایا اور
 کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔

آخر اس نے طے کیا کہ ایک اور تار بھجوا جائے۔
 ناشتہ ختم کر کے اس نے تار کھٹا۔
 آکر پاہوں۔ اگلے اقرار کر۔

محمد۔

ایسا کرنے سے اس کا فٹایہ تھا کہ چچی بیگم اس سے چچا بیگم
 اور اس پر لعنت بھیجتے ہوئے خاموشی ہو جائیں گی اور وہ محنت کئے
 جانے سے تیار ہائے۔

رہائی کو تار قائم دیتے دینے سے یاد آیا کہ رات نیم سو نہیں
 جاتی تھی۔ یعنی جی طات سے نہیں ہوتی تھی۔
 اور اس نے کلمہ لکھ کر سونے لیا۔

بولا : رمضان - رکیں ہوٹل پر ابو الفرج صاحب کو فون کر دیا ہے
 انہیں اطلاع دو کہ میں ایک ضروری کام سے - کہیں - مقامی ہاکی میڈی
 ایشن کی میٹنگ میں چلا گیا ہوں اور شام کو میں چار بجے گھر لوٹ ...
 آؤں گا - اور کہنا کہ وہ چار بجے - ٹھیک چار بجے یہاں آ کر مجھ
 سے ملیں - اور سنو - میں سونے جا رہا ہوں پھر -
 دبی : نوکر نے سر ہلایا -

کوئی دو تین گھنٹے بعد جب وہ اپنی خواب گاہ میں سڑکیوں
 پر پروئے گراے پنکے کوئل اسپٹ پر چتا ہوا چھوڑا کہ سو رہا تھا کہ کس نے
 اُسے چھوڑا -

وہ ہونہہ - کون ؟ استغول ہے - اس نے گروٹ بدلے ہوئے
 آنکھیں کھولے بغیر کہا -

کیا کہا - مردود - وہ کسی نے کہا اور ساتھ ہی اس کے
 کان مردڑے گئے -

اُس نے بے چین ہو کر پھر گروٹ بدلی اور آنکھیں کھول لیا -
 چچی بیگم اُس پر تھکی ہوئی تھیں -

اللہ - اللہ - کابل رنگے کہیں کے نہ رہے بیچارہ ہو گیا -

چنچیا -

ہا - آ - آ - آپ نے جملہ ہی لیے ہوئے کہا -

ان کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔

مل اٹھ۔ یہ نخرے ختم کر۔ اٹھ۔ چچی بگیم نے غصہ اور پیار کے
لے جے احساسات کے ساتھ کہا۔

اٹھ تو رہا ہوں۔ مگر آپ اس قدر سویرے...؟

نواب صاحب۔ سویرا نہیں ہے۔ دن کے چار بج رہے ہیں۔
واقعی؟ اُس نے اٹھ کر بیٹھے ہوئے کہا۔

واقعی سے مطلب تمہارا واقعی ہی ہے۔ چچی بگیم نے طنز کیا۔

اوہ۔ ہو ہو ہو۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ اس طرح اچانک
کیسے تشریف لے گئے ہیں؟

سارے آفی ہوں۔ اور جلدی سے اُٹھو۔ منہ دھو لو۔ اور
کپڑے بدل کر تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں اپنے ساتھ حشمت گنجے
جاء تھا ہوں۔

چچی بگیم نے اس نے احتجاج کیا۔
کیا ہے؟

بھنا۔ مجھے تو آپ کے ساتھ چلنا نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ میری
طبیعت نامناسب ہے۔ بہت تازہ ہے۔

نہیں۔ مگر یہاں نہیں چلے گا میرے پاس۔ سچ بتا آخر تو کہیں
نہیں چلنا چاہتا ہے۔ اور یہ میرے دوست تاروں کے جواب
میں جو کہیں تک نہیں۔ آخر۔ معاملہ کیا ہے؟ چچی بگیم نے غصہ

سے کہا

۔ جی وہ ۔ ہاکی ایسوی ایشی کا معاملہ ۔۔۔

۔ اوہ ۔ سمجھ گئی ۔ چچی بگم نے کہا ۔

پھر چند سیکنڈ ہنسی اور کچی کرنے کے بعد یہی ہے اچھا تو پھر یہ
کہ وہ کہہ پر سوں چلے آنا ۔ ۱۰ کو ۔ یہ کہ میں تم سے وہاں ایک خدمت
لینا چاہتی ہوں ۔

۔ مجھ سے ؟

۔ ہاں تم سے ۔

۔ مجھ سے ۔ محمود نے پھر پوچھا ۔

۔ ہاں تم سے ، تم سے ، تم سے ۔ سنا ۔ ؟

۔ جی سنا یا ۔ لیکن آخر کس طرح کی خدمت ۔ کچھ تو بتائیے ۔

۔ شہمت گج گڈا پڑا مری سکولی ہے نا ۔ ؟

۔ ہاں ہے ۔

۔ تو اس کا سالانہ جلسہ ہے یہ کہ ۔ اور اس میں انتخابات بھی

تقسیم ہوں گے اور ۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ تیار رہے چوبیس گھنٹے

اسکول کے سرپرست ہیں ۔ اس نے جبکہ تقسیم انتخابات کی ضرورت

کے مسلمہ میں انتظام ہے ۔ زبانت در میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم

کو روگے اور انتخابات بھی تقسیم کر دو گے ۔ اٹھا ۔

۔ کیا کہا تب نے ۔ وہ ہیں ۔ ہیں ۔ میں کہ میں مسلمہ

کروں گا۔ ۹۔ محمود بوکلہ کر لیا۔

۱۰۔ ہاں تم نے چچی بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

۱۱۔ واقعی آپ یہ چاہتی ہیں۔ ۹۔

۱۲۔ واقعی سے تمہارا مطلب واقعی ہی ہے یا۔۔۔ چچی بیگم نے پھر

ظہر کیا۔

۱۳۔ آپ مذاق تو نہیں کر رہی ہیں۔ ۹۔

۱۴۔ تجھ سے میں مذاق کروں گی۔ ہوش میں آؤ گے۔ چچی بیگم نے کہا۔

لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ وہ بہت زیادہ پر مذاق تھیں اور

اگر محمود کی کوہر کسی سے دستی تھی تو انہی سے دستی تھی۔ بڑی سنجیدگی

سے وہ اُسے اُتارنا یا کرتی تھیں۔

اور یہ جلسہ تقسیم انعامات بھی۔ یعنی اُس کی صدارت۔ اور

ایک سازش تھی۔ یعنی سال میں محمود نے جو انہیں اور اُن کی اہلوتی

یعنی اسٹاف کو بڑا کیا تھا۔ یہ اس کا بدلہ لے رہی تھیں۔

۱۵۔ تو آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں نوٹروں کو انعامات تقسیم کروں اور

محمود میں اتار دیکروں۔ ۹۔

۱۶۔ میں اعلان بھی کر دے گی ہوں۔

۱۷۔ اتنے میں یہ اضافی چائے لے ہوئے آیا۔ اور باتوں کا سلسلہ

کھل گیا۔ محمود سے دھڑکنے لگا۔

۱۸۔ جس نے محمود نے سنجیدگی سے چچی بیگم سے کہا۔

چچی بیگم - بندہ سے تو یہ نہیں ہونے کا - صدارت کے لئے کسی
اور کو پکڑیے ۔

محمود - دیکھو اگر تم نہیں آئے تو ... یہ وہ کوئی اور دھکی
دیتے دیتے رک گئیں - انہیں علم تھا کہ حب خراج بند کرنے کی دھکی
وغیرہ موثر نہیں ہوگی - پھر انہیں محمود کا کمزور پہلو یاد آ گیا - تو
تو تم ہر ماہ کے آخری اتوار کو جو شہامت کا بیج آتے ہو جمال خاں کے
تیار کئے ہوئے کھانے، کھانے کے لئے - وہ سلسلہ بند ۔
آہ - ایسا مت کیجئے - محمود نے بیتاب ہو کر کہا -

اچھے کھانے اس کی واحد کمزوری تھی - اور جمال خاں شہامت کا رینا
کات نامہ اپنے فن کا استاد تھا - پھر ان اُس کا پیشہ اجداد تھا - اور
بقول خود، اُس کے دادا کے دادا کا باپ یا دادا شاہجہاں کا خاص
بورچی تھا - اور محمود جب رمضان کے بتائے ہوئے کھانوں سے گنت کر
ہوٹلوں کا کمزور سہارا لیتا اور نتیجتاً ان سے بھی بیزار ہو جاتا تو پھر کم
سے کم مہینہ میں ایک بار تو حشمت گنج بھاگتا اور ایک دو دن جمال خاں کے ہاں
سے بنے ہوئے مغلائی پکوان کھاتا اور منہ و مزاج درست کر لیتا تھا -

محمود عام طور پر کہا کرتا تھا کہ اس کی زندگی کے بہترین محاسن
میں سے بہت سے جمال خاں کے بچنے ہوئے مہینے، تیسرے میں یہ محسوس ہوا
کھاتے ہوئے گزرے ہیں -

تو پھر پل رہا ہے ہر روز چچی بیگم نے کہا - میں جانتی تھی کہ تم یہی کہو گے -

ہتھیار ڈال دو گے۔ ۹۔

۱۰۔ ہا۔ آ۔ چچی بیگم۔ خدا کی پناہ۔ ظلم کر رہی ہیں آپ۔ میں جو
ایک فن کار کے فن کی داد دیتا ہوں اُسے آپ پیسوں سے تمبیر
کر رہی ہیں۔ ۹۔

خیر کان کھول کر سن لو۔ اگر تم نے جلسہ کی صدارت نہیں کی تو پھر
کم از کم سال بھر تک تو تم فن کار کے فن کی داد دینے سے محروم کر دیئے
جائے گے۔

شیر نے کھجیا اور ہولا۔ لیکن آپ میرے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہیں
انہر مجھ سے کیا سرخاب کے پرگے ہوتے ہیں؟
”میں جانتی ہوں کہ تم کیا ہو۔ چچی بیگم نے صبر آزما انداز میں
کہا۔

”ہوں؟“ اُس نے کہا اور اُسے یکدم کچھ سوچ گئی۔ لیکن چچی بیگم
آپ کو تپتے۔ انتخابات کی تقسیم وغیرہ کسی جڑ سے آدمی سے کرائی جاتی
ہے۔ مولانا فرید۔ یا مہر یا رنٹھا یا پھر اسپیکر اسمبلی ہے۔
گندھے۔ یہ قسمت گنڈ پرانہ کی اسکول کا جلسہ تقسیم انتخابات ہے
کئی کتابت یا۔۔۔

”آء۔ تو پھر چچا جانتے صدارت کر دیتے۔“
مولانا فرید نے چچا جانتے سے کہا۔ لیکن ان سے کبھی کام لینا ہے۔
لیکن ان سے پتہ چلا کہ وہ اپنے اپنے ہیں۔ لیکن ان سے واسطہ نہیں

۱۶
یہاں شہر میں جو شاہنگ ہوئی ہے اس کے بلا کی اور ایگی کر ڈا ہے ۔ اور
بل مارت بخ نک اور جو جاتا ہے ۔ اور یہ آج یا کھانے سے ان
بلوں کا تذکرہ کروں گی ۔

اور تم جانتے ہو ان کا موڑ کہ تدرجہ رگڑ جاتا ہے خصوصاً روپے
کے محلہ میں ۔ اور اگر میں اپنے میں اسکول کے دسہ کی ممدارت کے
لے کہوں ۔ تاہا نہیں ہونے کا ۔

و تو میں کیا کروں ۔ مجھ سے ہی ممدارت نہیں ہونے کی ۔
و تو پھر میں کیا کروں ۔ صدر ممدارت نے باکس نہ کیا ۔ اور ۔
وقت بہت سو گیا ہے مجھے ۔ اب تک حوثت گہنچ پہنچا ہے ۔ سنو ۔ تم
کی یا پر مولانا و ہاں پہنچ رہا ہو ۔ میں چلی ۔
اور چچی بیگم تیرے کمرے سے باہر چلی گئیں ۔

باب -

قیام گیم کے جانے کے بعد محمود نے سر ہاتھوں میں رکھ لیا اور
 کوئی پیر اکثر دوں بیٹھے ہوئے سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔
 ۴۲ منٹ ہی گزرے ہوں گے اور اُسے اس وقت
 تک راہ فرار ہی نہیں سوچھی تھی کہ رمضان نے "ابوالفرت صاحب"
 کو گھر کی اطلاع دی۔

پہلے بلال آئے۔ اسی کمرہ میں اور اُس کے لئے چائے اور میرے
 لئے کاک ٹیل لیتے آئے۔ ذرا طبیعت صاف کمرہوں "محمود نے کہا۔
 کاک ٹیل۔ اُس کا کاک ٹیل۔ شب کا نہیں مشروبات کا ہوا
 کرتا اور وہ تگ گرم۔ یز گیم میں ایک کپ چائے، ایک پیالہ کافی
 اور کچھ اور اس اور وٹمن اور نصف پیالہ سوکر اور کچھ بھی اسی اس میں چاکلیٹ
 کب آتا ہوا گرمیوں میں یہی کاک ٹیل ٹنڈے مشروبات کا ہو جاتا تھا۔
 اور اُس کا کون سا۔ یہ کاک ٹیل اسکے دماغ کے ہم اطمین شہنا کر دیا
 کرتا ہے۔ تھکاہٹ اور سر کا درد پیٹ کا درد اور ہکا بھکا جسم اس
 سے جھٹک جاتا ہے۔

• ہلو۔ کیا طے کیا تم نے۔“ ابو الفرج نے کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے چیخ کر کہا۔

”چینومت۔ میں تمہیں ابھی بیچ دوں گا۔ سمجھے۔ میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ کسی اور باسے میں۔۔۔“

”اور میری کشتی خواہ منجھہا رہیں“ دوب ہی جائے“ ابو الفرج نے روتے ہوئے کہا۔ ”لعنت ہے“
نہیں۔ بابا۔ نہیں۔“

”تو پھر جلدی ستاؤ۔ میرا سامان جوپ میں بندھا ہوا ہے۔ کوئی اب مجھ سے دور نشی میں پورے بارہ گین پڑول بھرا ہے۔ حشمت گنج کے لئے کافی ہو گاتا ہے۔“

• بہت کافی۔ بلکہ کافی سے زیادہ ہے۔ یہاں سے ۵۰ میل دور ہے بس رات ٹھونڈے اپنی الجھنوں سے نکلتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میں اب چلوں گا۔“ اب تک بیٹھ جاؤں گا۔ بلکہ اب تک نہیں۔ آہستہ آہستہ چلا آتے ہیٹ دو ٹھنڈے میں پہنچے۔ میں آہستہ۔ چچی بیگم کو ابھی تار دیے دیتا ہوں کہ تمہیں بیچ رہا ہوں۔

اور تمہیں تار کے بعد وہاں پہنچنا چاہیئے۔“
”کھٹیک ہے۔ انت۔ ہار۔ آ۔ تو جلدی نکھڑا رہا۔“

خود ڈاک گھر سے دیئے دیتا ہوں اور اُس کے بعد نکل پڑوں گا۔
 ” دیکھو۔ شہر کے باہر دریا کا پل پار کرنے کے بعد جو چوراہا آتا ہے
 اُس پر زاہد آباد جانے والے راستہ پر سولینا اور ۲۲ میل بعد تمہیں
 ایک سہ راہ ملے گا جس پر بائیں ہاتھ کو مڑ جانا۔ روڈ سائن بھی ہو گا۔
 حشت گینچ ۲۸ میل۔ ” اور بس چلے چلنا۔“
 ” اچھا۔ یار۔ جلدی سے تار لکھو۔“
 ” لکھ رہا ہوں۔ تم اندازہ چاہے بنا لو۔ میں اپنا مشروب پی
 لوں پھر۔۔۔۔۔۔“

پانچ منٹ بعد اُس نے تار لکھا۔۔
 ” میں اپنے ایک دوست ابو الفرج حسینی کو ۲۰۲ م ونگ کے لیے
 شہر سے قریب کی بہانہ نوازہ سی کا لطف اٹھانے بھیج رہا ہوں۔ محمود۔
 اور ابو الفرج اُس کے ہاتھ سے تار قلم بھپٹ کر بس۔
 جاگ ہی نکلا۔“

اُس کے چاہنے والے محمود نے سگڑیٹ سٹیک کیا اور کہتے ہیں اُسے

ابا اس کے ذہن میں صرف ابوالفروج اور نعیمہ ہی تھی۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔ اور مسکرا مسکرا کر سوچ رہا تھا کہ جب دذوون میں گئے تو کیا مزہ آئے گا۔ اور پھر جب دذوون مل کر باغ میں گھر میں گئے۔ جھیل میں کشتی۔ فی کریا گئے۔ چاندنی رات میں اٹھیں گے اور رات کو اپنی بوٹیاں لے کر ملاقات بنائیں گے انہیں تنہائی دے گی اور کیا مزہ آئے گا۔ کیا ملے گا۔ آخر نعیمہ کب تک مزاحمت کرے گی۔ ابوالفروج کی محبت کو نہ گھٹے نہ بڑھے گی۔ شہنشاہ کاٹھن کی سی روحانی نصیحتیں کی

میری فالسٹ دل پر قابو رکھتا اور محال تھا۔

دوپہر ایک ہی میز پر کھانے میں شریک ہوئے گئے ایک دوسرے کے ساتھ۔
 کتنا غلط روایت کریں گے اور کہا پتہ کوئی ٹر کی طرح اُن کی کئی
 پسندیں بنی مشترک تھیں اور۔۔۔۔۔
 آتے یکدم کوئی بات یاد آگئی۔

”رمضانہ، اُس نے چلا کر کہا۔

”جی۔ آیا۔ صبر ادا ہے۔“

”تو فارمہ ایک اور فارمہ آؤ۔ لاہور میں یہاں ہے۔“

”جی“ اور رمضانہ دروازے سے باہر نکل گیا۔

اُس نے ابوالفروج شہر مت کاٹھن حشمت گنگا پتہ کھتے ہوئے

۱۱ چار سے گریز کرو۔ مچھلی کو مت چھوڑو۔ محمود نے

در محل معاملہ یہ تھا کہ اُسے یاد آیا تھا کہ نعیمہ کو اچاروں سے
پیرا ہے اور مچھلی سے نفرت ہے اور یہ دونوں چیزیں ابو الفرج
کی مرغوب نہائیں میں سے ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ نعیمہ
اور ابو الفرج کی پسندوں میں تضاد ہو۔ اور اسکا اثر معاملات پر پڑے۔

ارمغانی، اُس نے تیر فارم نوکر کو دیتے ہوئے کہا: "تسے فوراً
بچو رو۔ ہمدی۔ بہت جلد عیالت اور پھر ٹھہرنے لگ گیا۔

اس کا دماغ کام کرنے لگ گیا تھا۔ محمود سے کاک ٹیل
کھانا کھا کر دیکھ کر اپنا اثر دکھائی دیا۔

جسے تعلیم انعامات کی حد تک کے سنگین مسئلہ پر غور کرتے
ہوئے اُن کے منہ سے جاری ہو گیا۔

وہ وہاں رہ چکا اور آرام سے پھر بہتر سے پرواز ہو گیا۔

اُس نے چھ نک خیال آگے لیا کہ جلسہ کی حد تک اور تقسیم
طرح سے کہہ دیا جائے تو کہیں بہت گرا نہ صرف یہ کہ اس کے
موجودہ مسئلہ کے حل کے لیے ابو الفرج کو خود کا کہیں مضبوطی ہو جائے

نیمہ پر رعب پڑ جائے گا۔

رات میں سو اٹھ بچے وہ کلب سے اٹھ گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ
سکنڈ سو دیکھے کیونکہ کسی پکچر کو سکنڈ شو میں دیکھنے ہوئے اُسے اپنے
گزر چکے تھے اور اُسے یٹنی میں یا شام کے شو میں مزہ نہیں آتا تھا۔

چونکہ رات کے دوسرے اور تیسرے پہر بالکی ہلکی سی سردی پڑی
تھی اسلئے وہ گرم کوٹ لینے کے لئے کلب سے چل کر سیدھا اپنے نیٹ آیا
اور وہاں رمونانی نے اُسے دیکھتے ہی قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈال کر
اُسے ایک تار نکال دیا۔

چچی بیگم کا تھا اور انہوں نے گفتگو
میں بلا لاق۔ گھر سے جی میں آئے کہ اگر تیرا گھونٹ دوا
کیا تم نے شہا مت کا بیج کوہنیم خانہ سمجھا ہے یا میرا ہے جو جس دوست
کو جابا بھیج دیا۔ یہ برا لفظ کون سا ہے جسے تم نے ہمارے سر پر لگا
کر دیا ہے۔

وہ پڑھ کر مسکرایا۔ اُسے چچی بیگم سے کسی ایسے ہی رد عمل کی
قوی توقع تھی۔
اُس نے جواب میں لکھا۔

ابو الفرج نہیں ابو الفرج — محمود —
 اُس نے لکھنا ختم بھی نہیں کیا تھا کہ دروازہ پر گھنٹی بجی۔
 ایک ڈیرہ مدت بعد رضائی ایک اور سفید لفافہ لیتے ہوئے آیا۔
 یہ ابو الفرج کا تھا :

نہارا تار یہاں ملا۔ لکھا ہے "اچار سے گریز کرو۔ مچلی کو مت
 چھو۔" تم بتاؤ اسے ضحیہ پیغام کو سمجھائیں سکا۔ بذریعہ تار وضاحت کرو۔
 "فرج"

بول بولنے اور قرب محبوب نے سوچنے کی بھی صلاحیت سلب
 کر لی ہے۔ سیدھے سادے الفاظ کو گہر سمجھ رہا ہے۔ محمود نے اپنے
 آپت کہا ہے

ہم اُسے شرارت سوجھی۔

"خیر سے پرہیز کرو گے، محمود"

اُس نے تار لکھ کر رضائی کو آواز دے کر بلا لیا اور حیدر کی سے

بیچنے کی تاکید کی۔

اس کے بعد اُس نے بیٹھ کر چھٹی لکھنا جس میں اُس نے
 لکھنا ختم کیا تھا اب اس کی تحریریں لکھیں اور بتایا کہ وہ کالج کے
 دنوں میں احمد رضا سے اس کے گھر سے اسکول کے جلسہ کی صدارت
 کرنے کے لئے تو منسوب ہوئے تھے وہ وغیرہ وغیرہ۔

اور پھر اطمینان سے دلپس کار کی نظم دیکھنے چلا گیا۔

۱۲ بجے رات واپس ہوا تو پی بیگم کا جیسی ہوا تازہ تر ٹیبلگریم پر
کے بازو میز پر موجود تھا۔

”یہ جو ابوانفرج ہے۔ بہت نشست پسند اور سیدھا سادہ
آدمی ہے۔ حالانکہ مہتر سے درست کی حیثیت سے مجھے اس کی توقع نہیں
تھی۔ اور ٹاٹر کے متعلق تو اتنا رقی منہم ہوتا ہے۔ میں انکوں میں ایک
خصوصی جلسہ میں ٹاٹر کے فرائض پر اُتی سے تقریر کر دینے کی امید کر رہی
ہوں۔ تم مسٹر کو آ رہے ہو نا۔“ خالدہ

اُس نے جواب کیا:

میری معذرت یہاں سے ۲۰ کو ظہیر صاحب نے میرا
دست سنبھال لیا۔ معافی چاہتا ہوں۔ غمور۔

اندر معذرتی کو بالآخر تائید کی کہ وہ می الشیخ اتے بیجا دست۔

”ابھی جب وہ اتھا تو اُس کے جواب کا جواب آپ ہوا تھا

”نامقول“ اگر تم سمجھتے ہو کہ جلسہ کی صدارت کرنے سے پہلے

جاؤ گے تو غلطی پر ہو خود دست چلاؤ ورنہ چھانچو گا۔ خالدہ

اُس نے فوراً تفرقہ دے دیا۔

دیکھتے ہیں ہرگز انعامات تقسیم نہیں کریں گے۔ اور

اندر اگر کوئی اندر آدمی اس کام سے لے کر رہا ہے

تو ابوالفتح کو پکڑیے۔ غضب کا مقرر ہے۔ اُس سے موند
آدمی آپ آپ کو نہیں مل سکے گا تفصیلات خط میں۔

۲ خادوم۔ محمود۔

مسنانی نے فارم لیت ہوئے منہ بنایا اور کہا۔
"معاذ اللہ! پیرسوں شام سے اب تک تاروں پہیوں ہمارے
۲۸ روپے خرچ ہوئے ہیں۔"

"۲۸ خرچ ہو جائیں۔ تمہیں کیا غرض۔ اپنے کام سے کام لےو مرنانی
اور یاد رکھو آج کل میری موٹاریت خراب ہے اسلئے نوکر کو ڈانٹا۔"

ایک بچے بپ وہ باقی اسٹیشن کے دفتر سے لوٹا۔ کالج بھی
کے پینوں کے سلسلہ میں بند تھے، تو اسے تار ہادی کے سلسلہ کی آواز
کوڑیوں کی۔

وہ بچہ نے ہلکے قدم:

جنگ بابت سب باتیں دگدگتے۔ پاجی۔ بہاری بات لڑکے
سے لیتی ہیں۔ ابوالفتح کو صدر بن دیا گی۔ اور۔ اور تم اب
دو بجتے مجھ منہ نہ کرنا۔

وہ۔ آؤ۔ اُس نے نہ بچے کو کہہ دیا کہ اُس کی بات نہ لی۔

پیرس میں اب ابوالفتح کے دو نوکر ہیں جو اب نہیں پاسکاتے

اسی سم دروانبساط کے عالم میں اُس نے ہاکی کی پریکٹس کے دوران اپنے دو تین ساتھیوں کو روٹنگ سائڈ میں لاکر چھوڑ دیئے کے بجائے اُن کی پنڈلیوں اور گھٹنوں پر ڈنڈے چلانے۔ اپنی سائڈ چھوڑ کر ادھر ادھر دوڑتا پھرا۔ اور ۲۰ بار گول کرتے کرتے گول کیے کے سامنے گیند چھوڑ کر بازو ہٹ گیا۔

کلب میں اُس نے بیچ کھیلے ہوئے ٹائل سلاہم ری ڈبلڈ۔
 (The Double and the Single) کی بلڈنگ پر ایک اور ٹرک
 (The Trolley) بنانے کا منصوبہ، موقع بااختصاص ملنے
 دیا بلکہ ۲ ڈاون (۲ ہولڈ) بھی دیئے۔

بیرڈز روم میں اُس نے کیوں اتنی زور سے چھپا کر اُس کی
 ہاتھ دانت کی گنید۔ سفید گنید۔ جائے ان آف۔ کیچوہ نا پھوہ
 کے میز کے باہر جا گری۔

رات گیارہ بجے وہ جبریت جبروت لگا یا گنگنا اپنے گھر پہنچا اور
 رمضان فی نے دروازہ کھولتے ہوئے جس طرح سے اُس کا بچہ قدم رکھا
 دیکھ کر اس کا دل بیٹھ گیا۔
 ”کیسا ہے۔“

”ایک ایک پیرس ناز آ رہا ہے۔ صاحبزادی ہے۔“
 ”ہاں۔ آ۔ نہ جانے کتنی بیگم نے لڑائی لڑی ہے۔“

کی صدارت مجھ ہی سے کروانا چاہتی ہیں۔“ اُس نے اپنے آپ سے کہا۔
اس نے لغافہ کھولا اور پڑھا اور یکدم تار اُس کے ہاتھ
سے چھوٹ کر گر گیا۔

”کیوں خیر تو ہے نا۔ صاحبزادے۔“ رمضان نے کہا جو اُس کے
سامنے کھڑا تھا۔

”آں۔ کیا کہا تم نے۔ تم نے مجھ سے کچھ کہا۔“ محمود نے جو تار پڑھ
کر سہرا سیمہ ہو گیا تھا اپنے نوکر کی بات نہیں سنی تھی۔

”وہ۔ وہ۔ کیا لکھا تھا اعلیٰ؟“ رمضان نے نیچے پڑے ہوئے
تار کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ۔ اس میں۔“ رمضان بہت برعیا فہر ہے۔ راشدہ
اور اسلم کی نسبت ٹوٹ گئی ہے۔“

”بی کیا کہا۔ راشدہ بی بی کی نسبت ٹوٹ گئی۔“

”ہاں۔ اور جلد ہی سے میرا سامان یا ندھو۔ سوٹ کہیں میں
اسم جوڑے پہرے رکھ دینا اور شیدنگ سیٹ۔ میں۔ میں دوپہر میں
ہست حمت گت جا رہا ہوں۔ چچی بیگم بہت پریشان ہوں گی رہیں۔ میں
معاذات کو سمجھنے کے کوشش کر رہی ہوں۔“

”اوہ۔ لیکن اسلم میاں اتنے اچھے لڑکے ہیں۔ یہ۔ یہ کیسے

ہو گیا صاحبزادے کے؟“ رمضان نے بد چھا۔

اس کے اس طرح پوچھنے کا حق بھی تھا۔ وہ شہامت یا رنجک

کے خاندان کا سوپستوں سے ملازم چلا آ رہا تھا۔

”اُسی راستہ کی بجائے کچھ شرارت کی ہوگی یا۔۔۔“

مجھے سونے دو۔“ محمود نے یکدم موضوع گفتگو بدلتے ہوئے کہا۔

”میں سونے سے پہلے کچھ دیر سوچوں گا۔ اسکیم بناؤں گا کہ صورت

حال سے کسی طرح نبٹا جائے۔“

۔ اور پھر نو بجے مجھے اٹھا دینا۔ صبح مجھے۔ باکی ایسوی ایشن کے

دفتر جانا ہے۔

باب

دو مرتبہ دن دینے پر پلینا وہ کار - اپنی امپورٹس کار -
 کومس اٹھائے تے بار بار باغیا اور اسکی رفتار سے راشدہ اور اسلم کے
 متعلق سوچ رہا تھا -

اُسے یہ دونوں بہت پسند تھے - اسلے کہ نہ صرف دونوں
 ایک بات مزا آتا اور حادثہ و اظہار کے حامل تھے بلکہ بہت خوبصورت
 جوڑا تھے دونوں کار اور پھر اسلم جس کا پر مریکیت بنانا تک
 سے بھی رہا تھا - کہیں بچپن کو جس کے وقت سے رشتہ دار بھی تھا -
 اور شاید ہنس سکی بہت سی بات پیرائی تھی -

دراں میں ایک اور بات بھی تھی -
 رشتہ کی وجہ سے اسلم کی طرف سے ملک شرف ہونے سے اندر توجہ
 تھی جس کے بڑے بڑے بھائی کے اخلاص پر آکر فحشیت جاننے سے اس
 والوہ ادا ان سب بھائی بھائی تھی -
 یہ سب باتیں تھیں -

کہ اس کے پاس کیا بات کا خیال ہوئے والی تھا - بات سورتی

سال بھر پہلے ہوئی تھی۔ کہ راشدہ ملاقاتیوں۔ دور کے رشتہ داروں
میں سے کسی بھی نوجوان کی طرف مائل ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی ہے۔
اور اس کی عمر ۲۲ سال سے اوپر ہو چکی ہے۔ اُس کی اب شادی
نہر جانی چاہیے۔ اس لئے کیوں نہ اُسے اُس سے (محمد سے)
بیاہ دیا جائے۔ گھر کی جائداد بھی گھر میں رہت گئی۔ اور دونوں
میں خاصی محبت ہے انس ہے (وہ اُن کے برادرانہ و خواہرانہ جذبات
کو کچھ اندر رینگ دینے لگے تھے) ایک دوسرے کے عادات و اطوار
سے کمزوریوں اور خوبیوں سے بخوبی واقف ہیں۔

تو جب انہوں نے یہ بات۔ اپنا یہ نظریہ۔ چھپ بیگم کے سامنے
رکھا تھا تو آخر الذکر نے انہیں ڈانٹ کر پیپ کر دیا تھا۔ لیکن
محمد نے ڈانٹا تھا کہ کہیں اُن کے ذہن میں پریشانی پانے والے جو فیہم
چھپ بیگم کے دماغ میں رہ رہ کرایت کر جائیں اور... اور اُس کی تکیا
دوب جائے!۔

اور جب چھ ماہ پہلے راشدہ اور اسلم باہر واپس چلا اور پھر
دونوں کی منگنی ہو گئی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کے لئے ایک
خرجت بجا کر منہ دہندہ ہو گیا تھا۔

وہ دونوں کے متعلق سوچ رہا تھا اور ان کے سامنے
ہر ایک پر غصہ اور ایک باغی میں عجز پر تھا اور دوسرے کی ہنسی

میرا ستر سیر دیا ہوتا تھا ۔

وہ سوچ رہا تھا :

میرا منگنی کیوں کوئی ۔ دونوں میں اکثر چہرے کے چھوٹے جگہ لیتے
تو یہ اپنی کرتے تھے ۔ اسلم ہمیشہ اتنا رکھتا تھا کہ شمت لگنے میں آتا تھا
غوثا محو درنگرت ۔ اپنے شہر سے ۔ سنیچر کی شام میں شہر امت
لائی آہا تھا وہ چہر کی میچ میں واپس چلا جاتا تھا ۔ وہ ایل ایل بی
کرتے کے بعد اپنی والدہ مرحومہ کے کسی رشتہ دار یا دوست کے ساتھ
جو خیر کی حالت سے سے پرکیش کر رہا تھا ۔ اور اسلم اکثر وہ بیشتر اپنی سلاہ
وہ جی انڈیا ننداری کی بنا کر رہا ۔ اشدہ کی کوئی حرکت ۔ کوئی ادا
کوئی چیز اسے ناپسند ہوتی وہ اس پر اپنا استحقاق سمجھ کر فوراً انکار
کا احساس نہ کر دیتا اور دونوں میں چل جاتی ۔ اسے یہ نام پڑتا تھا
ایک وقت یاد آیا جب اسلم نے راشدرہ کے خرید سے ہوئے ایک
وینٹ بیک کو دیکھا ۔ یہ ایک بھلا چہرہ تھا اور رانندہ کو کو رزوق
کا لعلہ دیا تھا اور نتیجتاً وہ چہرے کے کھانے پر اور اس کے بعد نام کو پیا
رہا ۔ شہر میں چہرے کے سی تھے اور اس کے ان پھر قسٹ ان میں
اس سے ایک بار بھی یہ نہیں کی تھی ۔
میں منگنی کیوں کوئی ۔ اس کی سنیچر کے جگہ لیتے کے
بہت دور کوئی قیام نہ کر سکتا ۔

گھنٹہ بھر کے اندر اندر وہ شہامت لایٹے میں تھا۔

”جی جان اُسے دیکھتے ہی کھل اٹھیں۔“ آہ۔ محمود تم آگئے۔“
 انہوں نے کہا اور پیار سے اُسے سینہ سے لگایا۔
 ”ہاں جی بیگم۔ اتنا سنجیدہ معاملہ رونما ہو جائے اور میں
 آپ کے قریب نہ رہوں۔ بعد ازیں یہ بھی ہو سکتا ہے۔“
 اور اُس نے جی بیگم کو دیکھا جن کے چہرے پر پھر رنج و اندک
 بار دل چھائے جا رہے تھے۔ سائی کا انہیں واقعی بہت صدمہ پہنچا تھا
 انہوں نے اُسے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پا کر مسکراتے کی کوشش کی
 لیکن ناکام رہیں۔

”جی بیگم۔ آپ بلا وجہ فکر کر رہی ہیں۔ میں سب معاملہ منٹروں
 میں سلجھا دوں گا۔ اور آپ دیکھیں گی کہ دونوں میں پھر صلہ ہو جائے گا۔“
 ”خدا کرے۔ لیکن لڑکے۔“ انہیں یکدم یاد آیا کہ ان کا بھتیجا بیٹا
 اسکیم سانہ ہے۔ اور تو تمہارے ذہن میں کوئی اسکیم ہے۔“
 ”نہیں اس وقت تو نہیں ہے لیکن میں دو چار مختلف سازشوں
 سے من مملہ ہوں اور فکر رہا ہوں۔ اور جلد سے جلد کوئی نہ کوئی فکر کیج رہی
 ہوں آئی جائیگی۔ آپ بے فکر رہ جیئے۔“
 ”آہ۔ محمود۔“ کہا بتاؤں سب سے خفیہ حال سے آئی ہوں۔
 پریشانیوں ہی پریشانیوں میں۔

وہ بل کا معاملہ انگ کھڑی میں بڑا ہوا ہے۔ میرے پاس بنگ
میں صرف چند سو روپے رہ گئے ہیں اور ہمارے چچا جان کو آج کل
کفایت شکاری ہو چکی ہے۔ پھر یہ اسکول کے جلسہ تقسیم انعامات کا
معاملہ جس میں تم نے بد معاشرے کے تہنے مجھے خاصا تنگ کیا۔ اور
اور میں تم سے سخت ناراض تھی۔ لیکن اب جو تم یوں چلے گئے ہر
میری مدد کرنے تو۔ میں۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور۔
امہ دیتے بھی وہ تہرا ابوالمفرح۔۔

ابوالمفرح بنیں ابوالمفرح۔ سعادت مند بھتیجے صحت کی۔
”ہاں تو ابوالمفرح بہت نا تہرا دوست۔ میرا خیال ہے وہ عباس
تقسیم انعامات کی صدارت کے لئے بہت موزوں رہے گا۔ مگر
نہی یہ ہے کہ وہ تقریر کرتے ہوئے ٹائٹلوں کے عنوان کو نہ درمیان
میں گھسیٹ لے آئے۔“

”وہ بے محمود نے بظاہر تجب کا اظہار کیا۔
”کیا بتاؤں تمہیں۔ رات کھانے کے بعد اُس نے ٹائٹل کے
معلق ہو کر پھر پھر کیا تو دو گھنٹہ بعد جا کر یہاں نظر۔ بہا سے چچا جان
تو اُسے کھانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اور خدا بھلا
کرتے جو ان کے اُس نے ناشتہ کے منہ پر چھکراؤں کے غصہ
کے لئے ان کے دھڑکنے سے۔ ایک دیا۔“

”وہ۔۔۔ ابھی چچا جان تو یہ سب سے جیسا کہ عزت مراد وغیرہ۔“

محمود نے پوچھا ۔

” وہ نینی تل سے واپسی میں فرزندہ گریں رک گیا تھا ۔ یعنی
اُس کے معنی یہ تھے کہ ۳۴ ماہ سے اُس نے اپنے چچ کی صورت انہیں دیکھی تھی
” اُن کا موڈ ۔ بہت بگڑا ہوا ہے ۔“

انکم ٹیکس والوں نے اُن است گزشتہ سال کے ٹیکس کے متعلق
نوسو ننانوے روپے بارہ آنے اور مانگے ہیں ۔ اور خود اُن کے
اپنے حساب کے متعلق یہ زائد رقم ۔ بقیہ ٹیکس تو وہ ادا کر چکے ہیں
نوسو نوے روپے آٹھ آنے چاہیے ۔ وہ ۹ روپے ۵۰ کے رس
نہایت مطالبہ پر سخت پریشان ہیں ۔

اور صرف دن بھر انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ کو ۔ ریونیو دالوں کو بکے گا گریں
سرکار کو گالیاں دیتے رہتے ہیں ۔ جو سرسزم لاکر ۔ بقول اُن کے
ملک کو تباہ کرنا چاہتی ہے ۔

” جی ۔ سمجھا ۔ وہی کیفیت شعاری کا دورہ پڑا ہے ۔ یہ
مورد جانتا تھا کہ اُس کے چچ پر سال بھر میں ایک دو ہزار روپے
شعاری کا بھوت سوار ہو جاتا ہے اور وہ اس دوران میں ۲ آنے
کے لئے بھی گلا پھال کر بیچ سکتا ہے ۔
” انکم ٹیکس والوں کا لڑاؤ آتے ہی انہوں نے کہا ہے یہ
دریافت ۔

وہ تو سمجھو کہ جہاں خالصتہ ناچتا ۔ اُس نے کس نے

بنے شروع کئے۔

اور اُن کی مرغوب ڈشیں تو روز بنانی شروع کر دیں۔

”زندہ باد جمال خاں“ محمود چخا۔

”آہ۔۔۔ بخومت۔۔۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی تم سے۔

ہاں توجہ سے نیٹی تالسمے واپس آئی ہوں۔ پریشاںیاں ہی

پریشاںیاں ہیں، نیم نے دو روز تنگ کیا اُس کے بعد کل صبح ندرا اطمینان

ہوا یاد کہ۔۔۔ شام میں راشدہ اور اسلم ہیں چل گئی اور اس زمانہ سے چلی کہ

آدھے گھنٹے کے بعد راشدہ نے اپنی باتھ سے منگنی کی انگور لٹی

انارکمر پھینکتے ہوئے اسلم سے کہا۔

”تم جانور ہو۔۔۔ یہ میری اپنی انگور تھی“

یعنی اُس نے۔۔۔ صاف اور یہ منگنی توڑ دی۔ اور اسلم نے بھی یہ کیا کہ انگور لٹی

اٹھا کر حیب میں ڈال لی“

”آخر ہو کیا تھا۔۔۔ کس بات پر چل گئی“

”ارے شے کے رچی پرانا قصہ۔۔۔ نیٹی تال کا۔۔۔ ہم لوگ یعنی میں

وہ بہنا ابوالفخر ج۔۔۔ نعیمہ اور راشدہ اور اسلم بیٹے ہوئے چائے

ڈیا۔۔۔ بہت سی باتیں ہیں۔۔۔ تمہارے چچا بھٹکے لے کا بیج سے

ہم سب ہوئے تھے۔۔۔ اور راشدہ نے سنا تا غم و غم کیا کہ کسی طرح نیٹی

میں تھا اُس کے پاؤں میں نہ ہر مالہ سانپ پھٹ گیا تھا“

”آہ۔۔۔ مجھے خوب یاد ہے۔۔۔ میں سنا تھا ہی تھا۔۔۔ پیاری اتنی گجراتی

تھی کہ بتائیں سکتا۔ آدھے گھنٹہ تک وہ چل نہیں سکی تھی نہ مہرین
کہا۔

اُسے مہینے بھر پہلے کا واقعہ اتنی لذت یاد تھا۔ اور اُسے تصور میں
راشدہ کا زبرد اور سراسیمہ چہرہ اب تک محفوظ تھا۔ زبرد شدہ سے
چپا س قدم آگے چل رہا تھا۔ اور چنچ سن کر پیٹ پیٹ اور راشدہ تک
پیٹ پیٹتے۔ سانپ پٹلی پھوڑ کر جا چکا تھا۔

تو جب راشدہ نے بتایا کہ کس طرح ڈیڑھ دو منٹ کے جان
لیوا مہر کے بعد سانپ رینگ کر چلا گیا۔ تو اس اپرا سمٹنے لگا۔ سوچہ
تھیں غلام نہیں ہونے کی کوئی باتیں۔ ہوگی۔ اس پر رات رہنے آئے
سمجھنا چاہا کہ کیا سانپ ہی تھا اور بہت نرم ہلا تھا۔ اس پر اسلام نے اُس
کی بہنی اڑائی اور کہنے لگا۔ کچرا جو گا۔ اسے تم نے سانپ سمجھا۔ اور گویا
اب راشدہ آگ بگور ہو گئی۔ سب نے محسوس کیا کہ تم مجھے بڑا سمجھتے ہو۔ نہیں
اسلم نے جواب دیا۔

مگر تم بات کو سمجھتے۔ بڑے مٹا دیو کا کہ بتاتی ہو۔ یہ کہنا تھا کہ راشدہ
فلسفہ سے قائل ہو گئی۔ پھر دونوں میں تو تفریق نہیں ہو گئی۔ اور راشدہ
منگنی ٹوٹ گئی۔ راشدہ نے اسلام کو اچھا سمجھا۔ جو نہ دسک نہ مہر سے بھاڑا
اسلم نے اُسے جیسے جیسے۔ فیشن پرست۔ اندر کھٹکے ہوئے کا منہ نہایت
آخر میں راشدہ نے لکھو ٹی انا کی۔ اور...

ہا۔ آ۔ میں سمجھتا ہوں۔ ذہن میں نمودار ہے کہ...

ہائے میں کیا کروں۔ نہمارست چچا بھی بہت پریشان ہیں۔ میں
نہ رات بھر نہیں سو سکتا۔

دائرہ۔ چچی بیگم۔ لیکن اب۔ اب میں گنیا ہوں۔ اطمینان
رکھتے۔ شام تک راشدہ کے ہاتھ میں پورا ٹکڑا نظر آنے لگے گی۔

محمود ان سے اجازت لے کر پھر ٹکیوں کی سیڑھیاں اٹھڑھڑا رہا تھا۔
کہ اسلم سے مرث بھیڑ ہو گئی۔
بیوت اسلم نے کہا۔

اُس کا چہرہ حد درجہ اداس۔ آنکھیں اندر کو ہو گئیں تھیں اور
آواز میں ترشش تھا۔ چہرہ سے اُسکے بندھات کی پوری فحاشی ہو رہی تھی۔
محمودہ دل تو چاہا کہ وہ اچانک بن کر گردن بدلتا اُس کے بازو
سے گزر جائے۔ بالکل اُسی طرح سے جیسے کہ اسلم راشدہ سے منہ
بندھات کے بعد سے اُس کے سر ہٹا کرتا آیا تھا۔

دراستی اسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ مگر اُس کے بعد وہ محمود کو شاندار
دو گنی سالانہ بھیج دیا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ وہ محمود کا ۱۳ سال
تک ہم جاوست رہا اور وہ اُن کا اپنا ہر دست بھی رہا تھا۔
لیکن اب۔ اسلم صیبت زدہ ہوا تھا۔

پھر۔ بالکل دیر جو اُس نے اُسکے کیا۔
کب آئے تھے۔ راشدہ کے سابق منگنی کے پورے۔

دورہ : " محمد نے سلسلہ کلام کا پھر آغاز کر دیا۔ " میرا ذاتی خیال
 بھی یہی ہے کہ۔ اسلم۔ تمہیں رشتہ کی بات کو نہ صرف جھٹلانا نہیں چاہیے
 مخالفہ اس کے ساتھ تمہیں ہمدردی کرنی چاہیے تھا۔ کیا پتہ وہ سب
 کات لینا اُسے ہے

وہ رک گیا کیونکہ اس کا مخاطب اپنے چہرے پر عجیب سے
 تاثرات لئے ہوئے تھا۔

" کچھ میری بات بھول گئے کہ نہیں کہ۔ میں نے اُسے تنگ کیا
 جھٹلایا۔ آخر کیا وجہ تھی کہ میں نے ایسا کیا ہے
 " تمہارا مطلب ہے

" افسوس یہ ہے کہ وہ تمہاری فرشتہ صفت چپازاد بہن گزشتہ
 روز دن سے میرے ساتھ کیا برتاؤ رکھ رہی تھی۔ اور میں نے جو
 ویسا کیا وہ صرف رد عمل تھا۔ اور میں نے موقعہ دیکھا اور۔۔۔ امد اس
 سے ذرا احتیاط ہے

" آخر بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا ہے

وہ جھپٹی ہوئی گئی۔ صبح ناشتہ پر۔ اور پھر دوپہر کے کھانے پر یہ حال
 خاص سے سنگین وقت کے سینے پر بات کر رہا تھا تو اس نے سنا بچے
 پتھر جھونٹے سے منہ دیا۔

" اور تو کرم ہو گئے۔ اور وہی طاقت ہے۔۔۔ یعنی جو تمہارے۔۔۔ یہ
 خدا سے تعلق ہے۔ تم اُسے چاہتے ہو۔

” آہ۔ میں اُسے چاہتا تھا۔ بہت چاہتا ہوں لیکن اس کا مطلب نہیں ہے کہ میں اُس کی بیجا نازیبرداری کروں۔“
 وہ اسلم۔ میرے عزیز۔“

” ہم۔ اب میں تمہارا عزیز باقی نہیں رہا۔ اسلم نے جب کوئی اگلا فیصلہ اسلم۔ مجھے تعجب ہے کہ تم ایسے ہو گئے۔ وہ تمہاری نظام کا ایک کی اسپرٹ کہاں گئی۔“

” اور وہ۔ اشرہ کی اسپرٹنگ اسپرٹ۔ وہ اُس کی معاملہ نہیں۔ اُس کی فرشتہ منشی کہاں گئی۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس نے مجھے تو تبدیل کرنے سے بھی پکارا ہے۔“

” واقعی ہے۔“

” ہاں۔ غور کرو۔ ذرا تندرست۔ آج کی بیویں۔ کمرہ گھیرا ذرا ہے۔ بہت احمق کچھ نہیں۔ خوب کھاتا ہوں۔ اور۔ اور۔ اُس پر وہ ناک بھول ہر دعا کی ہے۔ میرے خدائے باریک بینی تو شائد یہ عورت مجھے بھوکوں کی مارتی ہے۔“

” ہاں۔ آہ۔ اسلم میرے عزیز۔ تم جانتے ہو کہ اس کے سوا کسی جائز۔ اُس سے صلح کر لو۔ ہاؤ۔“

” نہیں۔ آپ نہیں۔ میں صلح نہیں کروں گا۔ آہ۔ میرے دوست۔ میری بھوک کے متعلق اُس نے جو رو بہ انتخاب رکھا ہے۔ وہ۔ وہ۔ بہت سے قابل۔ بہت سے۔“

” اور وہ اور وہ جو تم نے ۳ ماہ پہلے اُس کے بیگ کے متعلق
 لکھا اور اُس کے بیڑا سٹائل کے بارے میں ردیہ اختیار کیا تھا۔“
 ” محمود - میرے دوست - وہ میری تنقید خالصاً تعمیری نقطہ
 نظر سے تھی۔“ اسلم نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

” اور وہ جوہ -“

” اور اُس کا ردیہ ہے کہ وہ کل رات مجھ پر طرز کرتی ہے کہ -
 میری عیوں پر آہستہ چڑھنوں - وارنہ مزد رست سے زیادہ بھرتے ہوتے
 ت میں آئین جوں جانیگی - پیٹ پھول کر غبارہ ہو جائے گا - اور -
 ر - چوٹ ہائے گائے“

” اور - واقعی - محمود نے کہا۔

” اُسے اندازہ نہیں تھا کہ میری حالت اس قدر تک بوجھتی ہے
 سمجھتا کہ کسی وقتی واقعہ میں چلی گئی ہے اور کچھ نہیں۔
 لیکن وہیں امید کی ایک کرن بھی نظر آرہی تھی۔

اسلم نے ابھی ابھی اُس کے ساتھ امتحان کیا تھا کہ وہ راشد
 بہت شہت سے چاہتا ہے۔ اور ساتھ اُسے اس بات کا عام بھی تھا
 رشہ بھی اسلم کو واقعی چاہتی ہے۔

وہ باتوں نے اُسے ایک نفسیاتی گتہ سمجھا دیا اور لا اسلم
 سلم - اس صبر سے نہ - اور وہ فہم سے اس کا دل تڑپ رہا ہے؟
 تم اس سے مل کے جو - نہیں کیے معلوم ہوا ہے؟

نہیں۔ میں اُس سے ملا نہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ وہ بہت
زور رنغ قوم کی لڑکی ہے۔ اور وہ کہیں دیر نہ وار چاہتی ہے۔
” یہ تم پر بھی کہ رہے ہو یا؟“ نیرنشا نے پرکھ کر
” میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“
” اوہ۔“

” اور اگر اب تم جا کر اُس سے ملو۔ اور۔ اور۔ تو بات
بہتر جلتے گئے۔ تمہارے تعلقات پھر استوار ہو جائیں گے۔“
” ہم۔ تم۔ شائیک کہتے ہو۔ گریہ و قار کا معاملہ ہے۔ میں اس کے
پاس نہیں جاسکتا۔ محمود۔ اور پھر میں ان لڑکیوں کو جانتا ہوں۔
وہ اور کچھ جانتی۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے اتنا رٹا یہ بتا دیا جائے
کہ میں علی کے لئے تیار ہوں۔“ پھر اُس نے اچانک محمود کے ہاتھ
تھامے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہارے خیال میں یہ مناسب رہے گا کہ اُس
سے ملنے ہوئے میں ذرا زور سے ٹھنڈی رہا نہیں بھڑوں؟“
اس کے اندر کا سورج پورا روشن ہو گیا تھا۔
” وہ یہ سوچے گی کہ تم بے نیل رہے ہو۔“ محمود کے منہ سے نکل گیا
” ہاں۔ آہ۔ پھر کیا کروں؟“
” پھر وہ کچھ سوچے دو۔“

چند سکند کی خاموشی کے بعد محمود نے یہ اعلان کر دیا۔

مراقبہ ختم کر رہا ہوں مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی ہے۔
 ”جلد ہی بتاؤ۔“

”سنو۔“ ”مرد نے ابوالفرح کو دی ہوئی ہدایتیں ذہن میں دہرا
 ہوتے کہا۔“ ”نم رات میں کھانا بالکل مت کھاؤ صرف چھوٹا کچھ کھاؤ۔“
 ”بس چپ چاپ ٹیبل پر بیٹھ رہو۔ اور ذرا موقع دیکھ کر کہو کہ ہماری
 طبیعت کھانا کھانے کو مطلق نہیں چاہ رہی ہے۔ ویسے تم ایک وقت
 کا فائدہ تو کر لو گے نا۔ یا پھر۔“

”ہاں۔“ ”فحش۔“ ”اسلم پھینکا۔“ ”یہ آخر کب تم لوگوں کی سمجھ میں
 آئے گا کہ میں پیٹھ نہیں ہوں بلکہ ایک تندرست و توان جوان ہوں۔
 اور خیرینا جو کب لگتی ہے اتنا ہی کھاتا ہوں اور ہضم بھی کرتا ہوں۔“
 ”خیر۔“ ”خیر مان لیتے ہیں تمہاری بات۔“ ”تو سنو۔“ ”جب تم کھانا
 نہیں کھاؤ گے تو وہ سمجھے گا کہ تم بہت دھڑکی ہو۔ اور پھر اُسکے دل
 میں تمہارے بارے میں بہت بات ہو کر آئے گی اور پھر پھر۔ بس۔“
 ”ٹھیک ہے۔“ ”ٹھیک ہے۔“ ”لیکن۔“ ”لیکن جہاں خاں کے ہاتھ لگا
 بنا ہوا کھانا کھاؤ۔“ ”اوپ۔“ ”آؤ۔“

”مراقبہ ختم کر رہا ہوں۔“ ”یہ جانتے ہو کہ یہ ترکیب اس کے لیے ہے کہ اس میں استقامت

ہو۔“

” تو پھر ہمارے مرضی - یاد رکھو کہ راشدہ - شہامت جنگ کی
اکھڑتی لڑائی ہے اُسے اور بدل - سکتے ہیں - لیکن ہمیں کوئی اور راشدہ
جیسی نہیں مل سکتی۔“

” ہوت - ہوت -“ موٹا تازہ نوجوان پہنکارا - ٹھیک ہے جیسا تم کہہ
رہے ہو میں ویسا ہی کروں گا - لیکن رات بھر بھوکا رہا کیسے جائے گا -
بھوکے سے - ہاؤ - ہاؤ - آؤ - بہت صبر آنا - بات ہو گی ؟
” اوزہ - بھوک کی بات - تم بدھو ہو - رات جب سب سو جائیں -
اٹھنا ان سے - بارہ - ایک بجے ڈائنگ ہال میں پہنچ جانا - خواتین
خانے میں سب کچھ رکھی ہو گی اور وہی بھر کے منہ چلا لیں -“ ٹھوڑے
نیک مشیرہ دیا -

” اور تم - تم واقعی جنیس (Jinnah) ہو - تو جی بات طے
ہے نا - میں ذرا سے صبر کا بھی اٹھ جاؤں گا -“

” اور کچھ کہ پالہ مار لیا - شاباش - اب مجھے چھٹی روز -
مجھے ابو الفرج سے ملنا ہے -“

” یہ ابو الفرج - یمنکی بابا - ہا - پانچ سال بعد نظر آجائے -

اور وہ بھی یکدم شہادت کا پہلے میں جہان کی عیثیت سے -
لیکن جب اسم نے دیکھا کہ ٹھوڑے چپکے سے لحد تک چلا ہے تو
اُس نے جملہ نامہ مچھوڑ کر دیکھ کر دیکھ کر پائیں مانا کی طرف چل گیا

بل کی بات۔ آج ۲۸ تاریخ ہو گئی ہے۔

”تو چچا جان سے کہتے نا۔“

”کیسے کہوں۔ کیسے انہیں اپنی جانب حوجہ کروں۔ کیسے انہیں پتہ

چلے کہ میں فکر مند ہوں۔ اور وہ پوچھیں۔ اور پھر۔“

”بس اتنی سی بات! نتیجے نے سر ہلا کر مداخلت کرتے

ہوئے کہا۔

”تم اسے اتنی سی بات کہہ رہے ہو؟“

”دیکھئے۔ اگر میں آپ کو ایک ترکیب بتا دوں تو۔“

”عبدی بتاؤ۔ ہے کوئی ذہن میں؟“

”ہاں! محمد نے سوچا کہ انہیں بھی رُز پر متحکمت سے بلٹھ کر کھانے

کو بس چھوٹے اور سب کے اکٹھے جانے کا نسخہ بتا دیا جائے۔

آپ یہ کیجئے کہ آج رات کھانے پر بغیر کچھ کھائے نہ جائے۔

یقیناً چچا جان۔ یہ بات مارک کریں گے۔ اور پھر آپ۔ آپ۔

سے پوچھیں گے کہ کیا بات ہے؟“

”ہو ہو۔ تو تو واقعی ہوشیار آدمی نکلا۔ لیکن یہ دیکھ کر

ترکیب کا اثر غلط ہوا تو۔“

”محمد کی ساری سکیں کامیابی کی گارنٹی کے ساتھ پیش

ہوتی ہیں چچی سیکم؟ محمد نے اکر کر کہا۔

”تو پھر آج رات میں کھانا نہ کھاؤں؟“

”ہاں۔ لیکن۔ محمود۔ جمال خاں رات میں دم کا مرنے اور
بھتی ہوئی بیڑ میں تیار کر رہا ہے۔“ چچی جان نے زبان ہونٹوں پر پھیر
ہوئے کہا۔

”تو پھر روپیوں کے بارے میں بات نہ دھو لیجی۔“
”نہیں۔ نہیں۔ ایک کام کروں گی۔“ انکا چہرہ چمک رہا تھا۔
”کیا۔“

”کچھ نہیں۔ اچھی بات ہے۔ چلو جلیں تم کہہ رہے ہو ویسا ہی
کمرہ لگی۔“ چچی بیگم کے نیور کچھ بارے ہوئے تھے۔

رات سہا آٹھ بجے وہ ڈائنگ ہال میں داخل ہوا۔
چچا جان۔ چچی بیگم۔ راشدہ۔ نعیمہ۔ ابو الفرج اور اسلم سب
کے سب میز پر بیٹھ چکے تھے۔ اور اُس کا انتہی رگڑ رہے تھے۔
ڈنر کے دوران اُس کی حسب ہدایت چچی بیگم، اسلم اور
ابو الفرج سب پلیٹوں پر نظر میں درڑے رہے۔
”نہیں آج کچھ طبیعت ہنسنا چاہ رہی ہے۔“
”جی نہیں چاہ رہا ہے۔“
”آج مجھ سے کھانا نہیں جائے گا۔“

بشور نے دوسروں کے اصرار پر مندرست خواہی کی۔
اور چچا جان نے اپنی بیگم کی پلیٹ کو دیکھ کر ایک بار کی۔

سہ دس کے بعد سے ہی آنکھ کی بوٹی تھی ۔ اور ایک دو بار اصرار
کے باوجود بھی انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تو کچھ منظر سے
ہو گئے ۔ اور اگر مہمان سامنے نہ ہوتے تو وہ شاید فوراً ان کی مزاح پر
بھی کربٹھتے ۔

راشدہ نے البتہ بار بار اسلام کی طرف گھور کر دیکھا ۔
وہ سمجھ نہیں پاتی تھی کہ یہ اسلام کی کونسی اداسی ہے ۔

محمود نے دل کھول کر کھایا اور ساتھ ہی انجمن سے بات چیت
کی جس سے وہ ۱۵ دن بعد ابال رہا تھا ۔
اس نے ایک دو بار ابو الفرج سے بات کرنے کی کوشش کی
لیکن وہ گول کر گیا ۔

بہر حال میز پر ایک سوگوارانہ سا ماحول طاری تھا اور جب
ذرا فم ہوا تو ہر شخص نے اپنی اپنی جگہ اطمینان کی سانس لی ۔
دم کے مرنے والے بھتیجی بوٹی بیروں کی سونہری ۔ سونہری خوشبو
آئی ۔ لیکن کوہ اسلام اور ابو الفرج سمیت پچیس لکے دست رہی تھی ۔
مگر بڑا کٹا پیر ہوتا تھا ۔

قائم محمد الرشید صاحب کا زینتہ حسن تھا اور وہ پہلے کا محنت
کند تھی ۔

کھانا ختم ہونے کے بعد چچا جان " اچھا کچھ شب بخیر " کہہ کر لائبریری
میں چلے گئے۔ اور چچی بیگم بھی چل دیں۔

پانچواں اور جوان افراد ڈائٹنگ روم سے نکل کر کامن روم میں
پہنچے اور ایک ٹیبل پر جم گئے۔

برج چٹنے لگا۔ صرف کٹ فخر دٹ۔

نیمہ۔ رات شدہ اور محمود کھیلنے لگے۔

دونوں عاشقوں نے ہند ب انداز میں موافق چاہ لی اور کمرے
سے نکل گئے۔

آدھ گھنٹہ بعد جب کہ محمود چار کٹے پائنت سے ۲۰ پائنت
کی جیت میں تھا۔ رات ۱۰ نے پت پھینک دینے کا جاؤ ہم نہیں
کھیلنے لے اور میز سے اٹھ گئی اور ریڈیو کھول کر بیٹھ گئی۔
نیمہ بھی اپنی اسپیل کے پاس موند رہا بیٹھی۔

محمود نے سگریٹ سلگایا اور ٹیبلٹے ہوئے باہر نکلا۔
براہ راست اسے ابوالخیر نظر آیا جو ایک کٹ پر تمبکا ہو اٹھا۔
تو ربا تھا۔

محمود۔ تمبکی۔ محمود نے کہا۔
"ہو۔ تمبکی۔ ابوالخیر نے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے دہرایا۔

اُس کا چہرہ کچھ غصہ اور کچھ تاسف کے جذبہ بات لے پورے تھا
 نہ قطعی عاشق یا مراد نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

یعنی شہادت گنج میں ہم ۲ گھنٹہ اُس نے رائگاں گزار دیئے تھے؟
 کیا مطلب؟ ”محمود اُس کے انداز تھا طب کو دیکھ کر چوکتے ہوئے

بولے: ”طبیعت تو ٹھیک ہے تا۔ مافیٰ دیر۔“

”ہا۔ آ۔ آ۔“ اُن۔ نعمت ہو تم پر۔ مجھے یہاں قربانی کا بھرا بنا کر بھیجا

اور اب اگر پوچھتے ہو خیریت سے تو ہونا۔ مافیٰ دیر۔“

ابوالفرح نے دانت چکچکیا کر کہا۔

محمود متعجب ہو گیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے لیکن کچھ بولا نہیں۔

”بنو مت۔“ وہ محمود کا چہرہ دیکھ کر بولا ”محمود۔ میں۔ میں۔“

آخر تم نے مجھ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ وہ۔ وہ جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت

آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ م نے اپنی بلا میرے سر ڈال دی۔ نعمت ہو

تم پر۔ اچھا دوستی کا ثبوت دیا۔“

”اور۔“ محمود چونک کر بول۔

”تازہ واقعات اور تجربات نے اس سے یہ بات بھلا دی تھی

کہ وہ کو اسکول کا جلسہ تقسیم انعامات ہے اور۔“ لیکن پھر بھی اُس نے

بھلائی اس پر قابو نہ پایا۔

پھر بول ”اور۔ یہ۔ یہ تو میری اسکیم کا ایک جز ہے۔“

نیمہ پر رعب ڈالنے کے لئے اس نے اپنے اپنے اپنا چانس نہیں

رے دیا۔“

”تم اور بتاری اسکیم۔“ ابو الفرج نے ساتھ ہی ایک مفرح قسم کی لکائی بھی دی جسے محمود نے اچھی طرح سے سنا نہیں۔
 ”اے وہ تنہم شائد یہ سمجھتے ہو کہ میں انعامات تقسیم کرنے اور جلسے کی صدارت کرنے سے ڈر گیا۔ یہ سچ بڑی فراخ دلی سے تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بے وقوفی کا موقعہ دیا۔ اور کیا۔ میں نے سوچا کہ میں صدارت کروں یا نہ کروں کئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر تم صدارت کا کردار اور غیر بھی جسے میں موجود رہتا۔“

”واہ۔ کیا پوچھنا ہے۔ تمہارا کیس کس قدر طاقتور ہو جائیگا؟“
 جواب میں ابو الفرج صرف غرا کر رہ گیا۔

”اچھا بات ہے، محمود نے چال چلنی شروع کی، تو پھر میں صدارت کرتا ہوں۔ تم نصیحت سے باخفا دھولینا۔ میں نے تمہارا کیس چھوڑ دیا، ہاں۔ آمدان۔ نہیں۔ صدارت میں ہی کروں گا۔“
 لیکن یار کم سے کم مجھ سے پہلے ہی بتا دیا ہوتا، عشق زندہ ہونے صدق کمن لہجہ میں کہا۔

”او نہیں۔ ہر چیز وقت بہت جلد جاتی ہے۔“

”اچھا۔ ہاں۔ آء۔ انت۔“ ابو الفرج نے ٹھنڈی سانس لی اور افس کی آنکھوں میں تھلکتی ہوئی وحشت غائب ہو کر لگی۔

چند سکند کی خاموشی کے بعد نو گزنتار بلا رحمت کے کچھ اندر
 یاد آید بولا : "وہ جو تار تم نے بیجا تھا کل رات ۔ وہ کیا تھا ۔
 کیا پیغام تھا ۔" خفیہ پیغام ۔

" ہنس ۔ خفیہ پیغام و پیغام کچھ نہیں تھا ۔ سیدھا سادا تار تھا ۔
 میرا مطلب اس سے یہ تھا کہ تم کم کھاؤ ۔ تاکہ نعیمہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ
 تمہاری بھوک اڑی ہوئی ہے ۔ اور پتہ ہے بھوک کب اڑتی
 ہے ۔ جب آدمی عشق میں مبتلا ہوتا ہے ۔ اور اندر نعیمہ پر جب یہ
 حقیقت منکشف ہوگی ۔ بس مزہ آجائے گا ۔"

" ہو ہو ہو " سادہ دل عاشق ہنس ۔ " اور میں اُسے کچھ اور سمجھا
 تھا ۔"

" بس اب جب تمہاری اُس سے ملاقات ہوگی تو وہ ۔ میرے
 خیال میں تم سے پوچھے گی کہ تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا اور ۔
 " ہا ۔ آ ۔ ہر روز ۔"

" ابو الفرج نقاہت آلود ہجہ میں بورہ ۔"

" کل رات سے لیٹا مرنے اور بئر کو ہاتھ نہیں کھایا ۔ اور تم عشق
 جانور ۔ کل رات اور آت در پہنچی کچھ کچھ تھے ۔ اور میرا سب سنا لے
 تمہاری حسب ہدایت کچھ نہیں کھایا ہے ۔ اور اگر تمہاری بات
 پر چلتا رہا تو وہ وقت در نہیں جب نعیمہ خجستہ سے تیری بات
 مگر خود میں جواب دینے کا دم بھی باقی نہیں ہوگا ۔"

تم پر لعنت ہو۔“
 ”بہشت۔ عینکی“

”آہ۔ تم نے یہاں بھی عینکی کہنا نہیں چھوڑا۔“ عینکی نے
 پروٹسٹ کیا۔

”اوہ۔ آئی ایم ساری۔ میرے دوست۔ یہ کیا معمولی سی بات
 ہے بیٹھے۔ میرے نزدیک تو شہادت گنج کی روحانی غذا۔ اور یہ۔
 درختوں کی سرسراہٹ ہی آدمی کو تازہ دم بنانے کے لئے“

”تم پر لعنت ہو۔ مجھے بھوکا مار رہے ہو۔ اور۔“
 شہر نے بھی اس کی بات کافی اور کہا۔ ”لعنت تو تم پر ہونی چاہیے
 ۔ کابیت کے۔ خوش ہو کر۔“

”اٹ۔ اٹ آگے مت کہو۔ تیل۔ میں اپنے الفاظ واپس لے لیتا
 ہوں۔ اب بنا رہا رہی میری دلی اسکیم میں اکلا کیا پروگرام ہے
 میسٹرنے۔“

”ہم۔ تو بھڑو۔ ہم ذرا یادگرمیوں کے
 ایک دو منٹ بعد محمود نے ذرا آواز کر کے ”آہ۔ یاد آگیا۔ سنو۔
 ہم میں سرگرمیوں میں ہوا دلا کا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ دل میں غم گہرا
 ہو گیا ہے۔ اور اسے دیکھ کر دل ناگیا۔“

”سلو۔ میں اب اسے دیکھ رہا ہوں۔ نا میں نے ہوا دلا کا۔ یہ اُسی سے
 تھا۔ یہ صاحب دلوں کی بات کروں گا۔ اپنے دل جو سننا لوں گی

خاطر تڑپت مینا۔ اور پھر بتوں گا کہ اس گھر میں ایک ایسا سارا ہے جو
 صحت اس کے لئے دوا کرتا ہے۔ میں اُسی سے عشق و محبت ہر منٹ کروں
 گا اور اس طرح کہ اس کا مزاج رومانی ہو جائے۔ وہ محبت کے بول
 سننے کو۔ چاہے جانے کو تڑپا۔ "میرا ایک مقرر اور ساحر کے انداز
 میں کہے جا رہا تھا، اور تم اُسی وقت کہیں سے آگے ہمارے قریب
 ۔ ہم۔ یوں کر دو گھنٹہ بھر بے چین کے بوٹ اسٹینڈ پر آ جانا۔
 ۔ اور پھر میں تم دونوں کو چھوڑ کر چل دوں گا۔ تم اقرار محبت کرنا اور
 اقرار محبت کر لینا۔ پس ہے۔"

"واقعی۔ محمد۔ میرے یار محمد ابوالفرح نے کہا۔
 "ہاں۔ اور یہ یاد رکھو کہ یہاں میری ذمہ داری ختم ہوئی ہے۔
 "اچھا۔ اچھا۔ لیکن یہ تو بتاتے جاؤ کہ میں گفتگو کا آغاز کیسے کروں۔
 سادہ لوح دہی ماحول سے آشنا نوجوان بولا۔

"ہم۔ تو یہ بھی بتانا ہو گا۔ اچھا سنو۔ جب میں تم دونوں کو چھوڑ
 کر چلے جاؤں تو۔ تم خوبصورت سبزہ زاروں۔ چاندنی رات کے حسن
 جمیل کے چمکے ہوئے پانی کا تذکرہ کرنا۔ چھوٹے سی سانسوں بھر فی ثمرین
 کر دو۔ اور کہو کہ تم اپنی زندگی میں خلا سا پاتے تھے مگر اب۔ اب نہیں
 اور اُس سے تمہاری ملاقات کا تذکرہ بھی کرو۔"

"ات۔ ات۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ تم زیادہ باتیں نہ کرو
 تو میں گھٹا ہو کر رہ جاؤں گا۔"

”اچھا تو اب تیار میں چلا“ محمود نے کہا اور پھر کا من دم
کا طعن مڑ گیا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو نعیمہ گردن کو دلفریب انداز
میں خم دیتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔
راشدہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔

محمود کو یہ لڑکی اب کی بار واتی بڑی خوبصورت لگی۔
اور وہ اُسے دروازہ میں گھڑا گھورت رہ گیا۔ بالکل اُسی طرح
جیسے وہ نئی تال میں اُسے تلی تالیر۔ بیماروں کی پڑمعافی کے دوران
میں تنقیدی۔ غاروں تنقیدی۔ نقطہ نظر سے دیکھ کرتا تھا۔

چند سکنہ بعد وہ کھٹکارا اور بول۔ ”بلور۔ نعیمہ“
”اوہ“ وہ چونک کر بیٹھی۔ ”آپ۔ مسٹر محمود“
”ہاں۔ میں۔ کہو خیمیت سے تو ہو۔“

”ہاں۔“

”آج چند رہ دن بعد نظر آئی ہو۔ نئی تال کی یاد آ رہی ہے؟“
”آہ۔ نئی تال کی کیا بات ہے۔ اوہ۔ وہ سہانی شاہیں
۔ سامنے دن۔“

”اور۔ باتیں کھرم آئیں اگر تمہیں کوئی خاص کام نہیں ہے۔“

تو۔ ایسی اچھی چاندنی میں بند کروں میں بیٹھتا۔ صرنا بد ذوقی ہے۔
 ” چلے گئے۔“

اگے منڈ دونوں باغ میں داخل ہو رہے تھے۔

جھیل کے کنارے پہنچنے تک ینی تال اور مرث ینی تال کی
 ہی باتیں ہوتی رہیں۔

گھاٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے سلسلہ گفتگو معطل ہوا
 اور محمود نے سوچا کہ اب ابو الفرج کس لئے راہ ہموار کی جائے۔
 اُس نے کچھ کہنے کو منہ کھولا۔

مگر حلق سے آواز نہیں نکلی۔ اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ
 کیسے آغاز کرے۔

وہ اپنے آپ کو کوٹنے لگا کہ اُس نے بلا وجہ اس کا مہ کا بیڑہ
 اٹھایا۔

سکوت کو نعیم نے ہی توڑا۔

بولی: اودہ۔ دیکھو۔ وہ جھیل پر چاند کا عکس اور اس
 کنارے پر کے درختوں کے دلفریب سائے۔ اُن دیکھتے رہے۔
 ” ہاں۔ بہت دلفریب منظر ہے۔“

” وہ دور آسمان پر چمکتا ہوا آواز اٹھاتا۔“

” ہاں دیکھ رہا ہوں۔“

بے چارہ اکیلا ستارہ۔ کون جانے اُسے اپنی تنہائی کا احساس
 بھی ہوتا ہے کہ نہیں؟ "روان پر در فضا سے متاثر لڑکی نے کہا۔
 "شائد" نمود نے کہا اور پھر اُسے یکدم خیال آیا کہ لڑکی کو
 راستہ پر لانے کے لئے آغاز کا اچھا موقعہ ہے "سو فیما اس تارہ
 کو تو تنہائی کا احساس ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس گھر میں بے ہمت
 کالج میں ایک دل البتہ ایسا ضرور ہے جو اپنی تنہائی پر آٹھ آٹھ
 آنسو بہا کر رہتا ہے۔"

"ہوگا۔ ہاں۔ ویسے زندگی تو آج کل بذات خود ایک
 ٹریجڈی کی جوئی ہے۔"

"ہم۔۔۔ کیوں نہیں پتہ ہے کہ دلوں میں درد کیوں ہوا کرتا ہے۔
 "نہیں۔ لیکن شائد۔۔۔ پھر وہ محبت کے بارے میں دیکھ رہی
 کرتے ہیں نا؟
 ہاں۔"

"او۔۔۔ بیچارہ کی لاشدہ۔۔۔ فیما نے سمجھا کہ نمود در لاشدہ کی
 ٹریجڈی کے متعلق کہہ رہی ہے۔"

"ویسے لاشدہ۔۔۔ جی رکھی دل لے ہوتے ہیں لیکن میں لاشدہ
 کا ذکر نہ کرنا چاہتا ہوں۔" نمود نے جلدی سے کہا۔

"او۔۔۔ تو ہم اسامہ صاحب کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ فیما نے
 یہاں لکھ دیا۔"

” وہ بھی دکھی ہے۔ لیکن میں کسی اور کا تذکرہ کر رہا ہوں۔“

” اوہ۔ تو آپ چچی خالدہ کا تذکرہ کر رہے ہیں؟“

” نہیں۔ میں ایک اور سستی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔“

” لیکن کس کے لئے؟ کیوں دکھی ہے وہ دل؟“

” کسی حسینہ کے، مہوش کے عشق میں رو رہا ہے۔“

” مسٹر محمود؟ لڑکی نے احتجاج کرنا چاہا۔“

لیکن محمود نے اُسے موقع نہیں دیا۔

” کہنے لگا، ”تم پہلی نظر میں محبت کی قائل ہو۔ اُس نے اچانک

ٹیرٹھا سوال کر کے لڑکی کو بوکھلا دیا چاہا۔“

مگر سادہ دل لڑکی نے سمجھا نہیں۔ اطمینان سے برقی۔ وہاں

میں قائل ہوں۔“

” ہم۔ تو اس دھمکتے ہوئے دل کے ساتھ ہیں واقف پیش آیا

پہلی نظر میں وہ محبت میں مبتلا ہو گیا اور اُس روز سے آٹھ آٹھ

آنسو رونے لگا ہے۔“

” مسٹر محمود۔۔۔“ نغمہ نے کچھ کہنا چاہا اور پھر جیب ہموار کر

گردن پویر کر جھیلنے کے کنارے پر ایک آبی پرندے کو دیکھنے لگا۔

محمود نے اپنے موقف کی مزید وضاحت ضروری سمجھی۔

آہستہ سے گنجھیر لہجہ میں بولا۔

” اور تمہارے لئے صرف تمہارے لئے رہتا ہے۔“

ہستی اُسی دن سے اس قدر بچپن ہے۔ نہ کھانا کھانے کو جی چاہتا
ہے۔ نہ تندر آتی ہے۔ اور مصیبت یہ ہے کہ وہ۔ وہ اپنے
جذبات کا اظہار تمہارے سامنے نہیں کر پاتا ہے۔ تمہاری صورت
دیکھتا ہے اور غرض مدعا قبول جاتا ہے۔

نعیمہ نے ایک شرمکاری سی بھری۔
محمود سمجھا کہ وارکار گر ہو گیا اور اُسے اب ابوالفرح کی
وکالت کرنی چاہیے۔

”نعیمہ“ اُس نے کہت چاہا۔
”نہیں۔ مسٹر محمود۔ آگے مت کہئے۔ میں میں سمجھتی ہوں۔“
نعیمہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

اور محمود نے کچھ نہیں سمجھا۔ البتہ اُسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا
کہ وہ آنکھیں پھیرتے ہوئے بات کر رہی ہے۔
چند سکند سکوت طاری ہوا۔

پھر وہ بولی۔ ”میں سمجھتی ہوں۔ میں انجان بننے کی بے
وقوفی پیدا کر رہی ہوں۔ میں سب سمجھتی ہوں۔ بلکہ۔ بلکہ بہت
مزاحمت سے مجھے اس بارہ میں شبہ تھا۔“

محمود خوشی بڑے اچالے اُس کی مشکل خود بخود حل ہوئی
جانتا ہے۔

”اُدھر خیر کب بار ہی آئی۔ میں۔ میں مجھے نہیں تال میں ہی

اس بات کا احساس ہونے لگا تھا کہ آپ ۷

محمود کے تصور میں زلزلہ آگیا۔

وہ مصیبت میں پھنس گیا تھا۔

اور پھر مشکل یہ تھی کہ بغیر جیسی حدیں غلط فہمی میں مبتلا تھی۔

اُس سے اُسے نکالنا بھی کار سے دامن تھا۔ وہ اُس سے کہتے کہہ سکتا تھا کہ اُس کی باتوں سے اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ خود اُس پر ذرا ہے۔ اور وہ اپنی اس نئی الجھن میں نہیں سمجھتا کہ بغیر اور کیا کہہ رہا ہے۔

جب وہ اپنی بوکھلاہٹ سے چونکا تو اُس نے سنا لہجہ کہ رہا تھی۔

”میں جانتی تھی۔ نینی تال میں آپ کی نظروں کے منہ کا

احساس مجھے تھا۔

— ایک لڑکی ہمیشہ نگاہوں کے مفہوم کا مطلب سمجھتی ہے۔

اور اب آپ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے ہلک جاتے ہیں

اور اصل بات سے ہٹ جاتے ہیں۔ آپ کی بات میرے لئے کہ

عجب خیر ہے۔ لیکن میں۔ میں۔ مجھے افسوس ہے کہ۔

محمود کے دل نے بغیر سنبھالید اور وہ سر اٹھائے ہوئے

لڑکی کو دیکھنے لگا۔

وہ تنہا چہرے کو لے کر رہا تھا۔

تجہ کئی ہوائی خواب آلود بیچے میں کہہ رہی تھی "نہیے افسوس ہے۔
 واقعی افسوس ہے کہ میں آپ کے احساسات کی قدر نہیں کر سکتی۔
 میں آپ کے جذبہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ نا ممکن ہے۔"

پنشنسٹ ڈنزور چپا رہا تھا۔ اس کے بدلہ فیملی نے پھر کتنا شور مچا
 کیا۔ "تعلیمی ناممکن ہے۔ مسٹر محمود۔ بات۔ بات یہ ہے۔ یہی بات شہزادہ
 ہوں کہ آپ کو یاد کر رہی ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ میں۔ میں نے پھر وہ چپ
 ہوئی۔"

"... کوئی بات نہیں۔ محمود کے جلد ہی سے کہا۔ مویہ بت گئی
 جو رہی تھی۔"

"بات۔ بات یہ ہے مسٹر محمود۔ یہاں آپ پر اعلیٰ درجہ کی ہوائی
 آپ ہم دوست ہیں نا۔
 ہوا۔ ہوا ہے۔"

"آپ نے میرے اکلانہ کام کو نہیں دیکھا ہے۔
 وہ نہیں ہے۔"

"... محمود۔ آئی ایم ساری۔
 افسوس نہیں ہے۔ نیچے عورت محمود جو سڑکتی ہوئی
 ... ہوا۔ ہوا۔ آئی ایم ساری۔
 ... ہوا۔ ہوا۔ آئی ایم ساری۔
 ... ہوا۔ ہوا۔ آئی ایم ساری۔
 ... ہوا۔ ہوا۔ آئی ایم ساری۔"

”اوہ۔ یہ بات سب۔ ہو ہو۔ ہو۔ محمد نے منہ نہ لیا۔ لیکن اُس کا دل
رہتا جا رہا تھا۔“

وہ سوچ رہا تھا کہ ابوالفتح کا کیس ختم ہو گیا۔
”ہاں۔ اور بڑی عجیب بات ہے کہ۔“ لڑکی نے اُس کی ہنسی سے
حوصلہ پا کر کہا۔ ”ہیں۔ میں۔ میں۔ وہ۔ میری کوئی پروا نہیں کرتا ہے شاید
اُسے پتہ بھی نہیں ہو گا۔“
”اوہ۔ واقعی۔“

”ہاں۔ اور۔ اور ابھی آپ نے جو پوچھا تھا کہ میں کیا چاہی تھیں
تجربہ کی باتیں ہوں۔ اور میں نے اثبات میں جواب دیا تھا کہ
جی ہاں۔ میں خود پہلی تھیں اُس کا شہ۔ ہو گئی۔ گزشتہ ہفتہ میں اُس
سے ملی۔ میں نے کہا کہ میں نے تمہارے جوئے فراب ہو گئی تھی۔ اور وہ مجھے
سرسبز پر رکتے تھے۔ میں نے ہمیشہ گھر تک اپنی کار میں لے گیا۔ اور میں
میں اُسے دل دے بیٹھی۔“

وہ ہو۔ یہ۔ یہ بات ہے۔ محمد نے منہ نہ لیا۔ درست کی
مگر تھی بونی قسمت۔ میں رہی تھی۔

”ہاں۔ میں نے فیملی نے کہا اور گردن جھکا کر ناخن چبانے لگی۔“

محمد کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دے
اُس نے مڑ کر دیکھا۔

ابوالفتح آ رہا تھا۔

محمد نے ایک سکنڈ کے لئے کچھ سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے رہا۔

پائوں اٹھ کر چلا دیا۔

غینگوں کے بازو سے گزرتے ہوئے اُس نے اُس کا کندھا لٹپ

مٹایا اور اشارہ کیا کہ وہ ۔ وہ نعیمہ بیگم ہی ہے۔

الو الفلاح نے سر ہلایا۔ اور آگے بڑھ گیا۔

باب

فردیت خوشی کا چہرہ ایک مردہ تو ہے ہو گیا۔ جب
وہ اپنی سامنی توجہ اور توانائی اسلم اور راستہ کے معاملہ کی طرف
کھینچتا ہے۔

پھر اُس نے فرمایا کہ اُس وقت سے جو اُس نے پھر فراموش کر لیا
 وہی کمر لیا ہے۔ اُس وقت سے فراموش کر لیا ہے۔ وہی کمر لیا ہے۔
 فراموش کر لیا ہے۔

پیشینہ

جانبیہ سے پہلے قریبیہ قریبہ کا حکم ہے۔

[illegible]

والتسوية والعدل في الحكم والسياسة
والعدل في الحكم والسياسة

تھو۔

مہر ترکیب، اپنی گانجید ترکیب۔

سوچتے سوچتے آتے یاد آیا، گریہاں گانجید کیلئے کہ میں مر رہا
 تھا، نہ پورے قوتوں سے کام کرنے کے گا اور نہ ہی سب طرحوں میں گواہ
 ہو گا، صرف یہ کہ گانجید کی ترکیب کو جو شہر نکالے گا۔ یہ کہیں
 نہیں ملے گا۔

اسی اور بھی بہت سے کوئی اور گیت گزرتے۔

اور وہ شاخہ اور اسلام کو دماغ سے نکال کر اور اللہ اور بھی
 کے ملحق تھے انہیں باتیں سوچتے ہوئے اور اپنی کامیابی پر نہ کہ الٹے
 ہونے کے وقت کے کہ ہونا ہی چاہتے تھے کوئی اس کے دروازے کو
 پھینکا۔

مکمل ہے۔ دروازہ کھلتا ہے، اس کے پڑھ لکھنے والے کہتے
 ہے کہ کیا۔

اس کے بعد اسلام اور دروازہ کھلا اور اسلام اور انہیں اندر
 لے گیا۔

اس کے بعد گریہ کی حالت کے سے غمزدگی کے لیے چہ ہے
 اس کے بعد گریہ کی حالت کے سے غمزدگی کے لیے چہ ہے۔

اس کے بعد گریہ کی حالت کے سے غمزدگی کے لیے چہ ہے۔

”ہاں۔ میں بہوں۔ ففت ففت۔ اور اُس نے آگے بڑھ کر
 محمود کو نشانوں سے پکڑ لیا۔

محمود نے چاہا کہ اپنے آپ کو چھڑا لے پھر سوچا کہ اس طرح کرنا
 سے اسلام کا غصہ اور بڑھ جائیگا۔

تم تم۔ محمود کی اسکیم۔ ”اسلم ہا پتا ہوا پیڑ چاری مارتا ہوا
 بولا۔ ففت ففت۔ تم۔ تم۔ بد معاش ہو۔“

”اسلم میرے عزیز۔ آخر کیا ہوا؟“ محمود نے اپنے منہ میں کہنے کے انداز میں
 پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی میٹھی آواز میں کہا۔

”اسلم میرے عزیز۔“ اسلم نے بالکل خورقوں کے انداز میں عزیز
 لہجہ میں دہرایا۔ ”فت۔ فت۔ رب کچھ چوہے کرا دیا۔“

— میری بے مروتی کرا دئی اور۔۔۔۔۔
 ”آخر ہوا کیا؟“

”تمہارا سر ہوا۔“

”آہا۔ ہا۔ ہا۔ اسلم۔ تم ذرا اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔“

اور غصہ فقوک دو۔ اُسکے بعد باتیں ہونگی۔

”میں باتیں کرنے نہیں آیا ہوں۔ تمہیں مزہ چکھانے آیا ہوں۔“

ہو ہو۔ تو یہ بات ہے۔ مگر آرام تو لے لو۔ ذرا دھم۔

تو لے لو۔ میں ابھی فقواری ہی جا رہا ہوں۔ محمود نے لہجہ میں

کام لیا۔

” فف - فف - ” اسلم نے کہا اور سبز سے پیٹھ کر حیب سے
رویاں نکال کر پسینہ پونچھنے لگا۔

محمود نے لپک کر عراچی سے پانی اٹھا لیا اور اسلم کو گلا سے دیا۔
اسلم نے ۲، ۳ گھونٹ لیں۔ پیشانی سے پھر پسینہ پونچھا اور بولا
” شکریہ - ار - ار - فف - فف - ” تم اب تک کیوں جاگ رہے تھے
” کیوں کیا جاگنے پر پابندی ہے ؟

” نہیں - نیکن - یا - باغ - تم - تم - بد معاش ہوئے
” آخر بتاؤ گے بھی یا یونہی بکے جاؤ گے ؟
” تو میں نے تمہارے تصور نہیں بتایا - اسلم نے سادگی سے کہا۔
” اور نہ - نہیں - ”

” فف - فف - سنو - یہ کہاں کی شرافت ہے تمہاری کہ
..... شام میں کہا کہ میں رات کا کھانا نہ کھاؤں - اور - اور - ۲ بج رات
میں گراؤنگ ہال میں گھس کر بھوک مٹاؤں - سب سے چھپکر -
- اور - اور - میرے اس پروگرام کی اطلاع تمہیں رشدرہ کو
اور قیچہ جان کو اور خالہ بیگم کو دینا چاہیے - فف - فف - تم بہت بد معاش
ہو بہت بڑے -

” وہ - یہ بات جوتی - تو تم کیڑے کلا - محمود نے مزہ لیتے
جوڑے کلا -

” ہاں - جیت سمور منت - باغ - باغ - تمہیں ہے جگہ میں دم سے

مرغ کو ہاڑی میں سے پلیٹ میں رکھ کر اس کی ٹانگ توڑ رہا تھا
 - راشدہ اور خالوجان آگئے - نف - نف - بے عزتی کی بے عزتی
 ہوئی اور نبھے جو کہ لنگ اٹھنا پڑا - جانتے ہو کیا ہوا ہے
 " نہیں -

" راشدہ نے - راشدہ کی چچی نے خالوجان سے کہا کہ راہو
 ابو - اب آپ کو چین آیاں - یہ حضرت دن میں تین بار کھاتے ہیں اور
 راستہ میں دوبارہ - آدمی ہے کہ جنات -
 " تو غم سے آیا کہانے جواب میں -
 " میں - میں - کیا بات - چور کی طرح چپکا کھڑا رہا -

پھر پھر

" پھر پھر - راشدہ نے غصے سے کہا کہ جو تک کر دیکھا اور بولی
 انورہ - ابو - رات تین مرغ میں نے دیکھے تھے - اور اب تک ہی
 پتہ کیا ہے - اور گھر میں - اور سے آتے تو یہ بھی دوزخ میں آجائے
 اور کچھ نہیں مٹا -

شور و گویا آیا کہ چچا جان نے شکستے ایک دم ہو گئے
 کہ اپنے نے محض نہ کہنے کی تاکید تھی -
 " ایک جانتے اس نے سوال کیا -

" ایک بعد - خالوجان نے ایک لکچر بجا دیا - کہتے ہیں کہ

کہتے

اور پھر تینوں نے من کر کے خوب لڑا۔ فتن۔ فتن۔ یہ سب
تکڑی بد دولت ہوا۔

قسم کے لوجہ میں کسی سے کچھ کہا بھی ہوئے محمود نے مدنی نہیں
کی۔ آخر تم نے مجھے سمجھا کیا بات؟

۶۔ ۷۔ باو۔ فتن۔ فتن۔ اسلم غم آیا تا تو پھر خالد جان اور راشد
کو کیسے معلوم ہوا۔ خوجہ کے ہاتھ میں تو پہن بھی تھی اور
اندو۔ تو پھر میرے خیال میں تم نے دروازے وغیرہ کھولنے
میں بے احتیاطی ہوئی۔ آواز ہوئی۔ اور وہ کھٹ پٹ سے اٹھنے
اور دروازے کے حال کے پتے آئے۔

”مگر رشتہ دار اور پھر دونوں۔ اس وقت تک کیوں جاگ
رہے تھے؟ اور میرا حال بیگم؟

تم بدھو ہو۔ بالکل بدھو۔ اس وقت نہیں پتہ ہے۔ تھناری
اور راشد کی مشینا کوٹ جاتے سے چم ہوتی ہے جی کہ کوکشی پریشانی
ہے۔ اور یہ۔ تم نے دیکھو ہوگا کہ راستہ پر بیگم نے کھانا جیسے تاک
نہیں ہے۔

ہاں۔ اس کے اسلم کو یاد تھا۔

اس وقت میں نے اس کو کوئی کہنا تھا۔

میں نے اس کو کوئی کہنا تھا۔ اس وقت میں نے اس کو کوئی کہنا تھا۔

”ادھر۔ تو یہ بات غنی۔ مگر۔ مگر۔ فف۔ فف۔ اب تو صوبہ کام
بالکل چھوٹ ہو گیا۔“

”کچھ اومت۔ جب تک محمود سلامت ہے۔ تمہیں کوئی فکر نہیں
ہونی چاہیے۔“ محمود نے اُسے تسلی دی۔

یوں اُسے احساس تھا کہ معاملہ واقعی چھوٹ ہو گیا ہے۔ لیکن پھر
حال اُسے اسلم کو سنبھالنا تھا۔

”فف۔ فف۔ فکر نہیں ہونی چاہیے۔ باؤ۔ باؤ۔ بے حزن
الگ ہوئی۔ بھوکا الگ رہتا پڑ رہا ہے۔ اور پھر رشتہ۔ رشتہ۔
تو میرے رات کے طرز عمل کے متعلق بھانپ گئی ہوگی کہ۔“

”نہیں۔ وہ اتنی چالاک بخمدی ہی تھی؟ محمود نے کہا۔“

”یہ اندر بات تھی کہ رشتہ ایسے اجنبیوں کے ہاتھ کا تھی۔“

”فف۔ فف۔ باؤ۔ باؤ۔ اسلم نے سر جھکا لیا۔ اور باتوں
پر بیٹے ڈال دیئے۔“

”محمود کبیر اگر بولا؟ کیا ہو۔“

”بھوک۔ بھوک سے دم نہ لے۔ رہا ہے؟ اسلم نے کہا۔“

”کہہ دیا۔“

محمود نے بعض فی مہ اپنی بیٹی منہ کی اور اُسے لکھنا شروع کیا

جو بولا یہ غم نہیں بیٹے۔ ہر۔ میں بہت رست ہے کہہ دیکھ لے رہی تھی

بیٹے۔“

” کچھت کو م نہیں بنے گا۔ ذرا زیادہ لے آنا۔“ اسلم نے بڑبڑا

زبان پیچھے ہوتے کہا۔

اندر چہرہ انت۔ نفث۔ باء۔ باء کے کرتا ہوا بستر پر لہا ہو گیا۔

ٹھونڈے کمرے سے نکل کر ادھر ادھر دیکھا۔ کاریڈور میں

سناٹا تھا جتنی چپا جان۔ راشدہ وغیرہ واپس اپنے کمروں میں جا چکے تھے

نیچے گزرتے۔ درجے پاؤں چلتے ہوئے۔ اُس نے آہستہ سے

ادھر ادھر دیکھ کر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا۔

اندر اندر داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کیا اور بجلی کا کھٹکا دیا

”ست قم۔ کسی نے مٹی کی پیچ ماری۔“

اُس نے پاٹ کر دیکھا چچی بیگم باغ میں پایٹ لئے بیٹھے دروازے

کے بازو دیکھ بونی کھڑی تھیں۔

”اوہ آپ۔ اُس نے کہا اور اُن کے چہرے پر فحاشی کے آثار

دیکھ کر بول۔ ”ما فی اُردینا چچی بیگم۔ میں ہوں۔ میں آپ کا سعادت مند

ہیجڑ۔ سہر مند۔ تکلف مت کیجئے“

”وہ۔ ہوں کیا کر رہا۔ بے خبر چچی بیگم جینسپ مٹانے کو غصہ میں

کیا۔“

اسلم کے سے کھٹکے کو کچھ لے جا رہا ہوں۔ اندر اُس نے

پیش کیا تو اُس نے اُس کے علاوہ اسلم، درالہو الغریب سے

بھوکا امد جانے کو کہا تھا امد پر لا۔

”اور۔ آپ تو۔ ظاہر ہے کہ پیٹ پور جا کے تے آئی تھیں یہاں سے۔“

"ہاں۔ رکے۔ جو وار ہائیں کیا اندر دھرم مرخ۔"

وہ جھٹار سے لیتی ہوئی بولیں: "سن کسی سے کہنا نہیں۔ میں تیرے

جیب خنجر میں کچھ اضافہ کر دوں گی۔

”کہنے لگا: محمود نے اشتیاق سے پوچھا۔

رد پنہارم روزے کا ہے۔

و نہیں بچھڑے گا افسانہ پر ہے

دو تین مدت کی جستجو بعد ۵ روپیے پر تصدیق ہوئی۔

اور اس کے بعد چھ بیگم اس کے مشورہ پر جمع ہوئی اور

آدم مرزا - نعمت خانے میں ایک بیس تین مرزا رکھے تھے۔

اسم کو پریشان کر دے کہ ایک کی بجائے تین۔ اور مریض

الرجاء في دو شهر من سالين في كراوية اينه كمرست كو طدير -

نمودنے ڈیڑھ مرثا - سولہ بیڑیں اور دس چار گنتی اور شہر

اور دوستری چیزیں بڑی کاٹھ سے ہیں یا نہیں۔ اور ان کی

رزم کی بجی بند کر کے اپنے گھر سے میں دینا آیا ۔

۱۰ - پادشاه - نفی - نفی - تمسک به نفی

۱- تم - واقعی درست بر "اسم" است - پس

اُس نے ایسے ہیں کی چیزیں دیکھیں۔

آرہ گھنٹہ بعد جب اسلم اپنا پیٹ ٹھونسنے لگا تو اس کو معجزہ
 محمد نے اُسے سمجھایا کہ اُس نے اپنی اسلم میں تبدیلی کر دی ہے
 اور اُسے - اسلم کو - سب سے پہلا کام بتا دیا کہ یہ کہنا ہے کہ غریب
 کو کھائے - اور - اور اگر راستہ چھوڑنا چاہتے تو قطعی اُس کی
 شب توجہ نہ دے -

بہت اچھا - بہت اچھا اسلم نے سہارا دیا اور پھر توجہ نہ دیا
 بہت برا ڈکاریں لیتا ہوا اپنے کمرے کو چلا گیا -

باب

صبح جب محمود اٹھا تو سائے سے چھ بچ رہے تھے۔

وہ ہنرور سے انہیں اٹھا تھا۔ اٹھا یا گیا تھا۔

جواب میں مزوری سے فارغ ہو کر وہ نیچے اترا۔ اور برا آمدت میں

پہنچی بیگم سے اس کا آئینہ منا ہو گیا۔

صبح خیر چچی بیگم نے اس نے اپنی چچی سے کہا جو گملوں کی دیکھ

بول ہی کر رہی تھیں۔

”تم۔ تم۔ وہ پٹیں۔“

ان کا چہرہ فرط غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

”آہ چچی بیگم۔ آپ آپ فصد میں ہیں۔ کیا جوت۔ کس پرنا کر

ہیں آپ۔ کچھ چچی جان۔“

وہ گدھے۔ پانی۔ بہت جا میری تھوڑا کسے سے ہے وہ ہنرور

میں بولیں۔

”چچی بیگم۔“ محمود لڑکھڑا کر بھیجتا ہوا ہوا۔

”ہنرور۔ جاتے کہاں ہو۔ تم۔ ہنرور کی استہزیاء۔“

کرے۔ تم نے میری لٹیا ڈبوری۔

”آخر ہوا کیا۔ پیاری چچی بیگم۔“

”خبردار جو پیاری چچی بیگم کہا۔ ہوا کیا۔ ایسے پوچھ رہے ہو

جیسے کچھ پتہ ہی نہیں۔“

”آخر کچھ بتائیے۔ آپ کے سر عزیز کی قسم مجھے پتہ نہیں۔“

محمود نے ملجھیا نہ انداز میں کہا۔

”لڑکے۔ تو نے رات مجھے اسلم اور ابو الفرج کو کس لئے

کھانے سے ہاتھ روک لینے کو کہا تھا۔“

”جی۔ وہ تو الگ الگ اسکیموں کے تحت کہا تھا۔ تین

اسکیموں کے تحت پروگرام بنائے تھے۔ محمد نے اگر ذکر کیا۔

”ہم تو۔ مجھے چکر دے رہا ہے۔ سچ بتا۔ کب سے تیرے ذہن

میں یہ بات تھی کہ جمال خاں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔

”جمال خاں۔ محمود کچھ نہ سمجھتے ہوئے بول۔

”ہاں۔ اندر کیا۔ رات ہم دو گروں نے کھانا نہیں چھوڑا۔

تو خاں نے۔ اور جمال خاں کا موڈ بگڑ گیا۔ کہتا ہے کہ اتنی محنت

کے بعد یہ رکھا اور کسی نے چھوٹا نہیں۔ میری تو این ہوئی ہے

میرے ذہن کا۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا اور وہ تو کرسی چھوڑ کر

رہ گیا۔

”وہ تو۔“ محمود کو یقین نہیں آیا۔

”ہاں۔ اُس نے ہمارے چچا جان کو علی الصبح آکر بتا دیا کہ وہ
لوکری چھوڑ رہا ہے اور رات تک سامان لے کر چلا جائیگا۔
۔ اور۔ اور اُس نے ناشتہ بنانے سے انکار کر دیا۔“

”اے۔ پھر کیا ہوگا؟ جمال خاں کے روتے ہوئے کسی اور کے
بنائے ہوئے کھانے کے تصویرت محمود کا زپ کر بولا۔

”کیا ہوگا نیرا سر۔ تمہارے چچا کا موڈ سخت خراب ہے
اپنی لائبریری میں بند ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ ہاتھ میرے پاؤں
تیار روپیٹے گئے۔ اور۔ اور اُن کا موڈ۔ کیسے درست ہوگا۔
اور پھر ان کی صحت کیسے ٹھیک رہے گی۔ جمال خاں کے علاوہ
کسی کے ہاتھ کا کھانا انہیں پسند نہیں آسکتا۔ لڑکے یہ سب کچھ
تیار کیا ہو رہے ہیں۔“

محمود نے الزام کے تارہ ہونے پر قنڈی سانس بھری اور
پھر اُس نے رنگر فٹہ بچہ میں انہیں سمجھا دیا کہ رات اُس نے
فاقہ کرنے کے بعد جو اسلام آباد ہوا، شرف سے کہا تھا اُس سے
اُس کا کیا مقصد تھا۔

چچا بیگم نے سن۔ تمہیں پورا نہیں تب کہیں جا کر تھیں آؤ کہ
وہ پتہ کہاں رہا ہے۔

اور آخر میں بولیں یا اب اس کے ہاتھ کی چھوڑ دے
جانے کہ کس کی نیکی ہو کہ چھوڑ دے گا تو۔

لگ چکا تھا۔ انڈر سے ہاٹ بوائے کے بجائے جل سے گئے تھے۔
 آئلیٹ کے بجائے آلیٹ کا کھرپا سامیز پر تھا۔ تو میں اس طرح سے
 کٹے ہوئے تھے جیسے قصاب نے کاروٹی کاٹی تھی۔ بادام کی چٹنی
 مونگ پھلی کا ذائقہ دے رہی تھی۔ دہی کی کڑی کا ذائقہ۔ دہی کی
 کڑی کے سوا اور کسی بھی چیز کا ہو سکتا تھا۔ بس صرف مکھن اور جھا
 اور جھلی ٹھیک تھی۔
 ناشتہ کسی خادمہ نے بنایا تھا۔

ناشتہ کے دوران اور ناشتہ کے بعد بھی چچا جان ٹھنڈی
 سانسیں بھرتے رہے۔ انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اور اسلم
 اور ابو الغرہ کو ادراپنی بیوی کی کو کڑی نظروں سے دیکھتے رہے
 نضاء میں ہلکی سی کشیدگی سی تھی۔
 اور جب ناشتہ ختم ہوا تو سب کے سب چپکے سے کمرے
 کے باہر گئے۔

ناشتہ کے نوراً بعد راشدہ نعیمہ کو سناٹے سے ہر سے ملے
 چلی گئی۔

چچا جان لاٹری می کی سمت روانہ ہو گئے۔
 چچا جان جمال خاں کو سمجھانے اور منہ کے لئے اس کے کمرے

کی طرف چل دیں۔

تینوں نوجوان لڑکے کا من روم میں چند منٹ تک سگریٹ
پیتے رہے اور پیپا پاپ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

پھر اسلم نے محمد اور ابو الفرج سے معافی چاہی اور کھانا
بہنم کرنے کے لئے ہٹلنے کے لئے باغ میں چلا گیا۔

اسلم کے جانے کے بعد ابو الفرج نے ایک دو منٹ محمد کو
دیکھا اندر پھر گردن جمع کر ڈھنڈی سانس نہیں بھرنے لگا۔

اور محمد کچھ پریشان سا ہو گیا۔
رات ابو الفرج کے چہرے پر جوتنگی تھی۔ وہ اسب مفقود
تھی۔ چہرے پر میرانی سی لٹاری تھی۔ اور اس کی بدولت ہونق
پہن رہا تھا۔

محمد اپنے صومند سے اٹھ کر ابو الفرج کے قریب آگھڑا ہوا
اور بول "کیا ہوا ہے۔ سینگلی۔ مائی ڈیر۔ یوں ادا سی کیوں ہوئے
" اور اس۔ "اور اس کون ہے۔" سینگلی نے کہا اور ساتھ ہی اسکی
آنکھ سے آنسو چپک۔ ہڑے۔

محمد کا دل پھینکا گیا۔

اپنی نظریں پھینکتے ہوئے اسنے کہا "مائی ڈیر بوائے۔
" آفرین لڑکی ہے۔"

”کچھ نہیں۔“ ابو الفرج نے عینک اتار کر اپنے کرتے کے دامن سے آنسو پونچھتے ہو اب دیا۔
”آخر ہوا کیا؟“

”کچھ نہیں۔ لعنت ہے۔ ان“
”کس پر؟“ محمود کی شوخی نے اُس سے کہلوا یا۔
اور شکر ہے کہ ابو الفرج سمجھا نہیں۔

”اپنے پر۔ ہاؤ۔ آؤ۔“ یار کیا کہوں۔ جی چاہتا ہے۔ خود کشی
کروں۔ ان“

”کچھ بتاؤ گے بھی یار۔ کیا نعرہ سے۔“

”ہاؤ۔ ان۔ اب نام نہ لو اُس کا۔ دل پر چھری چل جاتی ہے۔“
”محمود میرے یار۔ یہ قصہ ختم ہو گیا۔ سب ختم؟“ ابو الفرج
رزدینے کے انداز میں بولا۔

محمود نے جواب میں اُس کے کندھے پر ہتھ پٹپٹپٹے۔
”نہ اُس سے ابو الفرج کو سکون ملا۔ وہ مجھے لیکن پرانے
استقلال لیے میں کہنے لگا۔“ رات۔ تم نے میرے ساتھ میدان ہمارا
کر دیا تھا۔

اور میں نے سمجھا کہ بس اب آخر ان محبت کو چوں لگا۔ اور
اقرار محبت کروالوں گا۔ مگر سب گول دل ہو گیا۔ گڑبڑ ہوئی۔ ان
”آخر ہوا کیا؟“

”ہوتی گیر۔ تم پر لعنت ہو۔ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔“

”میری وجہ سے۔“ محمد و حیران ہو کر بولے۔

”ہاں۔ ان۔ تم نے گفتگو کے آغاز کے متعلق اتنی باتیں

بتائیں کہ یہ پہلے کہو پھر یہ۔ پھر وہ۔ اندر اور سب میرے ذہن
میں گڑبگڑ کر رہ گئیں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پہلے کیا کہوں
بعد میں کیا۔ اور چند باتیں میں بھول گیا۔

”پھر۔“

پھر میں نے چپ رہنے سے بہتر سمجھا کہ کسی نہ کسی موقع
کو چھیڑ دوں۔ اور میں نے ٹھائے اور دوسری سبزیوں اور پھلوں
میں فرق کے متعلق گفتگو چھیڑ دی۔“

”لعنت ہو۔“ محمد کے منہ سے نکلا۔

”کس پر؟ ابو الفرج بوکھلا کر بولے۔

”کسی پر نہیں۔ ہاں آگے بتاؤ۔“

”وہ پہلوں گرتی۔ ہی پھر اُس نے بھیننی سے پہلو بدلا سیت

میں موز ٹاپیند ہو۔ خواب آلود آنکھوں سے میری طرف دیکھتا۔

ایک انگڑائی لی۔ اور میرے جی میں آیا کہ سینے سے چٹ لڑی۔

اور کہوں کہ اسے جان تمنا ہے اسے میرے پر جی خوش ہے نہ۔

اس کے لیے۔۔۔۔۔

”اور تم نے اسے سینے میں لپیٹ لیا۔“ محمد بڑبڑا کر بولے۔

” نہیں۔ یہی تو افسوس ہے۔ مجھے بہت نہیں پڑی۔ پھر میں نے
چاہا کہ اُسکے منائی ہاتھ تمام لوں۔ مگر یہ بھی نہیں ہو سکا۔ پھر میں نے
کوشش کی کہوں۔ نغمہ۔ آج تم بہت حسین لگ رہی ہو۔ مگر صحت
سے آواز نہیں نکلی۔ ہا۔ آ۔ ات۔“

” پھر کیا ہوا؟“ محمد نے پر اشتیاق اوجہ میں کہا۔

” پھر مجھے تہذیبی ہدایتیں یاد آ گئیں۔ میں نے چاہا کہ موسم کے پہا
پن۔ چاندنی کے من کا تذکرہ کروں اور۔ اند۔ مگر اب بھی میرے
حلق سے آواز نہیں نکلی۔ حلق خشک ہو گیا تھا۔“

۔ اور مجھے پچھنے آنے لگا۔ میں جھونڈو کی طرح بس اُسے گھورتا
رہ گیا۔ پانچ دس منٹ اُس نے مبر کیا۔ میری طرف دیکھتی اور
ٹھنڈی سانس بھرتی رہی اور جھیل میں دیکھنے لگی۔ اندازہ منٹ
کی خاموشی کے بعد وہ یکدم اٹھ کر چلی دی۔ میرے شیشہ دل کو عبور
کر کے چل دی۔ ہا۔ ات۔ عدت ہو۔ اب میں۔ میں کیا کروں تو
بتاؤ۔ کیا کروں۔ میرے پاس۔“

ابو الفرج کے بچے سے محمد دل سوں کر رہ گیا لیکن فوری
طریقہ پر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بول ”مبر کرو۔ مبر۔ سب ٹھیک ہو جائیگا۔“
” ہا۔ ات۔ عدت ہو تم پر۔ اب بھی صبر کی تلقین کر رہے
ہو۔ نہیں۔ میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔“ ابو الفرج گرم بھجی ہوئی
” پھر کیا کرو گے؟“

”من مائی کروں گا۔“

”آخر کچھ تو پتہ چلے کہ تم۔۔۔“

”اے۔ اچھا یاد دلایا تم نے۔ ورنہ شاید کسی کو پتہ بھی نہ

چلے گا۔

سنو۔ میں جھیل میں ڈوبنے جا رہا ہوں۔ ابھی۔ اسی زندگی سے

تو موت بہتر ہے اور جملہ ناقص چھوڑ کر عاشق و گیر و ہر ماں نصیب اے

کھڑا ہوا۔

محمد نے لپک کر اُسے شانوں سے پکڑ لیا اور صوف پر زبردستی

بٹھے بلکہ اُس کی دھنسا دیتے ہوئے بولا۔ ”لاحول ولاقوتہ۔ تم آدمی ہو یا

پانجام۔“

”محمد میرے یار۔ جو الفرج نے سسکی سی لی۔ اگر آدمی اپنی

قبول کے ساتھ اظہارِ مدعا بھی نہ کر سکا تو اس کی زندگی۔ اُس کا جینا

کس کام کا۔ منت ہے۔ انت۔ لعنت ہے۔ ہا۔ آ۔ یہ اُس نے

بجھ کر بولا۔

”بے وقوف۔ تمہیں کچھ ہنرش بھی ہے، خود دے کہ اس کی

آنہ میں گھٹ گرتی تھی۔ اُسے برا فوج کو پہانے کی ترکیب سوجھ گئی تھی

۔ تبھی پتہ چلے کہ نیس کے ساتھ ہتھاری زبان کیوں گنگا ہوئی۔

میر کی بڑائی کے باعث۔ منت ہے۔“

نیس۔ نیس۔ محمد علی سے بات کاٹ کر بولا۔

” یہ بات نہیں ہے۔ رعب حسن کا معاملہ تھا۔ رعب حسن کا جسکے سامنے
اچھے اچھے سو رماؤں کا پتہ بھی پانی ہو جاتا ہے۔ سمجھئے ؟“
” ارہ۔“

” ہاں۔ بالکل یہی بات تھی۔ اور یہ اس بات کا بہت اچھا ثبوت
ہے کہ تم غیمہ کو درہ اندازہ چاہتے ہو۔“
” آہ۔ میں اُسے ہر ذرا چاہتا ہوں۔“
” ہر ذرا۔“

” ارہ۔ بس زبان لڑکھرائی تھی۔ ات۔ تو رعب حسن کا معاملہ تھا۔
ابو الفرج بیٹے کو پھلاتے ہوئے بے رعبا ہو کر بیٹھ گیا۔
” ہاں۔ اور کیا۔“

” لیکن نے لیکن۔ محمود میرے دوست۔“ ابو الفرج کا لہجہ اور آواز
پھر پست ہو گئی تھی۔ ” مگر میں اُس سے کسی طرح سے کہوں گا کہ میں اُس سے
چاہتا ہوں۔ خط لکھوں۔ ٹھیک رہے گا۔“
” نہیں۔ یہ جھٹل چپاٹل کا کام غلط ہوتا ہے۔ لڑکیوں پر اس کا غلط
اثر پڑتا ہے۔“

” پھر۔“ پھر کیا میں وہ بھر نظر التفات کے لئے نہ پتا ہوں گا
محمود ہم نظر التفات محبوب۔ عشق نے نہ صرف عمری کی۔
” نہیں۔ تم کو یہ کرنا ہو گا۔ یہ کرتا ہو گا۔“
” محمود کھجڑا ہوا بولا۔“

س کا بھر بڑا سنجیدہ ہوتا تھا۔

”اچھی بات ہے۔ آؤ۔ جہیں کی طرف چلیں“

دو تین منٹ بعد وہ جہیں اور مکان کے درمیان حائل وسیع

سیدان کو ٹھوکیر رہے تھے۔ اور اسلم آہ رہا تھا۔

”میں رات بھر نہیں سویا۔ رات کا حادثہ۔“

”نف۔ نف۔“ مجھ سے خالو جان اور خالہ بیگم سے آنکھ نہیں

”نف۔ کم خست راشد کی بی۔ ہاؤ۔ آؤ۔ نف نف۔“

”چہ۔ چہ۔“ تبیں راشد کو ابسا نہیں کہنا چاہئے۔

”نوحہ رات کو اُس نے جو حرکت کی اُسکا۔ اُسکا۔ اُس سے

تسلیم کیا تھا۔ تبیں نہیں غلوم۔ غلوم۔ وہ مجھ سے نفرت کرنے

”نف۔ نف۔ نف۔“ سرفی سہ۔ یہ بات واقعی میں

مشات ہی تھی۔

”اے۔ اے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ نف۔ نف۔ اسلم مرنا ہے

مجھ سے تو بڑے ہیں آئی ہانپے گستاخ۔

”میں ان کا سبب جانتا ہوں۔“

”کب تک یہ سبب ہوگا تو کچھ ہو چکا۔“

”میں نے وہ سبب نہیں جانتے۔“ اسلم نے میرے

تعلق سے اُس کے دل میں ذرا سی بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔
 محمود ٹھٹھک کر کعرہ اہو گیا اور اسلم کو شانوں سے پکڑتا ہوا
 ”کیا مطلب ہے“

”کیا مطلب سے ہمارا مطلب۔ سیدھی بات بھی بات بھی
 سمجھو۔ فف۔ فف۔“

”تم احمق ہو۔“ محمود غصہ میں آکر بولا ”تم۔ تم۔۔۔“
 ”نہیں محمود۔ میں ابھی طرح سے جانتا ہوں۔ نینی تال میں کسی
 سے تعلق رکھتی۔ اور واپس آتے ہی مجھ میں کڑے نظر آئے گئے۔“
 ”نینی تال میں۔“

”ہاں نینی تال میں۔ سینکڑوں آدمی آتے ہیں۔ کیا پتہ کس
 کی ادارہ شدہ کو بھیج گئی۔“
 ”اسلم! محمود نے چیخ کر کہا۔

”یہ سراسر اہتمام ہے۔ میں نینی تال میں ہر لمحہ اُسکے ساتھ
 بونٹنگ کرتے ہوئے۔ پیاروں پر چڑھتے ہوئے۔ کسی بھی وقت
 وہ مجھ سے جدا نہیں اہوئی۔ پھر کسی نوجوان کی ادائیگی
 ”پھر وہ اسلم نے اسے ٹوکا۔

”اور چند لمحے آتے گھورتا ہوا بولا ”میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔
 بد معاشرہ۔ بد معاشرہ۔ وہ تم سو میں کی خاطر اسے مجھ سے
 کرنے لگی ہے۔“

اور اُس نے محمد کا گریبان پکڑنا چاہا۔
 لیکن محمد نے ایک جبت سے لگا لیا۔ چہرہ قدم و قدم ہو گیا
 یک پنج درختوں کے درمیان حائل ہوئی۔
 اسلم اُسکے پیچھے لپکا۔ اندر چند منٹ میں میوزیکل چیر کا سا
 ہوتا رہا۔ پھر وہ تھک کر پانسے لگا اور پنجے کا سہارا لیکر کھڑا
 رہا۔

محمد پنجے کے اُس طرف اُس کے سلسلے آیا اور بولا۔
 اسم میرے عزیز تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔
 نہیں۔ بہ۔ بہ۔ بد۔ معاش۔ نف۔ نف۔ نف۔ اسم ہانپتا ہانپتا
 رہا۔

اسلم سنو۔ رشہ بانگل میری گئی ہوئی جاتی ہے۔
 نہیں۔ تم۔ تم۔ تم مجھ کو دھوکہ دے رہے ہو۔ وہ زلیل اور
 تم کو کتاب منہ بانی نہ رہی۔
 فرہ آچھل کر نکلنے کے اس پار آیا اور اسم کو سٹپ سے پکارتے ہوئے بولا۔
 بول۔

اپنے اظہار پس کے لیے۔ موٹے بے وفائیت۔ زور نہ قسم دے۔
 نف۔ نف۔ نف۔ نف۔ باو۔ اسم این کلا پھر اس کے
 بولے۔

میں کھا کھا کر رہا۔ کیا مارا کر رہا ہے۔

”جی تو یہی چاہتا ہے۔ مگر کیا کروں۔ راشدہ کی مردت آتی ہے۔“

”ہا۔۔۔ فن۔۔۔ پھر کہتے ہو کہ۔۔۔“

”سوئے۔ گدھے۔ پاجی۔ اب کے کچھ کہا تو سر توڑ دوں گا۔ راشدہ بیشک مجھے پیار ہی ہے لیکن بہن کی طرح۔ اور کوئی بار ہوتی تو میں تمہیں اتنی لعنت ہی کیوں دیتا۔ آیا سمجھ میں۔“

”اوں۔ ہاں۔“ اسلم نے کہا اندر ملک میں جھپکا کر بولا۔

”کھاؤ میرے سر کی قسم کہ تم یہ ہمہ سچ ہو۔“

اُس کی آواز شدت اشتیاق سے کانپ رہی تھی۔

محمود اسکو اس اور پر نہیں۔ پڑا۔ اسکا سار غصہ یکدم مٹ گیا۔

”تمہارے سر کی تو کیا تمہارے سر کے سر کی قسم کہ تم کتنا ہو۔“

وہ ہنس کر بولا۔

”آہ۔۔۔ فن۔۔۔ فن بس ہے۔ مجھے یقین آگیا۔ بس۔ بس۔ میں سوئی ہو۔“

ہوں کہ میں میں اسٹل سٹل بک گیا تھا۔“

”کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔“ محمد نے اپنے عزیز کے ساتھ

فقط انہیں۔

”میں واقعی شرمندہ ہوں۔ ار۔۔۔ فن۔۔۔ اب۔۔۔ اب۔۔۔“

مشرکہ درد کہ۔۔۔ ہا۔۔۔ آہ۔۔۔ وہ ظالم اچھا تھا۔۔۔ میں سوئی ہو۔“

”ہو جائیگی۔ میرا ذمہ۔“

” تمہارا ذمہ - تمہارا اُس پر اتنا اثر ہے کہ “
 ” ہاں “

” ات - فف - اور پھر کہتے ہو کہ تم دونوں کے درمیان کوئی
 معاملہ نہیں ہے - فف - تم جھوٹے - تم نے جھوٹی قسم کھائی تھی - “
 اندر اس سے پہلے کہ محمود چپکنا اُس نے بڑھ کر محمود کو اپنی باہروں
 میں جکڑ لیا -

الہ - ر - یہ کیا ہے - اسلم - خود اپنے کو چھڑانے کے لئے ضرور
 لگاتا ہوا بولا -

” میں تمہاری بڑیاں توڑ دوں گا - بد معاش - تم نے میری زندگی
 تباہ کر دی - باغ - فف - فف - میری راشدہ تمہاری بد دلت مجھ
 سے بچن لگی “

” اسلم قسم ہے پاک پر زنگار کی “

” نہیں - میں تمہاری قسم پر اعتبار نہیں کر سکتا “

” اسلم - سنو “ - محمود اُس سے باقاعدہ طوطہ پر ہاتھ پائی کرتا ہوا
 بولا - ” میں میں ایک اور بڑی کو چاہتا ہوں - راشدہ سے مجھے چہ
 کیا واسطہ “

” کون ہے کون ہے “ اُس نے گرفت ذرا اُدھیلی کر تسم ہوئے

” جلدی بتاؤ - درندہ - فف - فف - باغ - آہ - تمہاری ایک
 بلی توڑ کر ہی چھوڑ دوں گا “

وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔ اور اس سے اب کچھ بھی جیسا نہ تھا۔
 ”وہ۔ وہ۔ کیا ضروری ہے کہ۔ میں تمہیں نام بتاؤں؟“
 ”نہیں۔ بتانا ہو گا ورنہ؟“ وہ تھیک اسلمنے اپنی گرفت تنگ
 کر دی۔ ”محمود جو بے خبری میں جبراً آیا تھا۔ بلبلا کر بولا۔“
 ”وہ۔ وہ۔“ نعیمہ بے۔

”ورقہ؟“

”یاں؟“

”ہو ہو۔ ہو۔ ہا ہا۔ ہا۔ تو رقم بھی یہاں شہامت کا بیج نہ دنا
 چاہتے ہوئے بھی دوڑے آئے؟“ اور اسے چھوڑتا ہوا بولا۔
 ”آخر رقم بھی ہنس گئے تھے؟“
 ”یاں۔“

”ناروا پاؤں پاؤں ہاؤ۔“ اسلم ایسے ہوں بیسے اس نے محمود کے ساتھ
 کچھ کیا ہی نہیں تھا۔

”نہیں؟“ محمود شوپٹ اپ کرتا ہوا روئی آواز میں بولا۔
 ”میں تو مر رہا ہوں۔ اسے کل رات بچے مانتا تھا۔“ وہ بولا۔
 ”وہ کہہ کر اندر کو چلا تھا۔“

”ہاؤ۔ ہاؤ۔ یہ لڑکیاں؟“ سب سے پہلے فسوس سے۔ ”نہیں۔ وہ
 بتاؤ۔ میں جانتا ہی کوئی مدد کر رہا ہوں۔“ وہ بولا۔
 ”جانتا ہوں۔“

”نین نہیں۔ وہ کوئی بھی۔“

”کیا مطلب ہے؟“ اسلم غریب۔

”ٹھوڑے دیکھو گاڑی پڑی سے اتر رہی ہے۔ جلدی ہے

بھڑا۔“

”بہ آداب و عشق کے خلاف ہے۔ یہیں سیر کر رہی ہیں۔“

”باؤ۔ آؤ۔ نف۔ بیٹے تہا لہی مرضی۔“ اور اسٹ اپنی برائے

یاد آئی۔

”غیر۔ مگر بناؤ میرے کیا کر دو گے۔“

”میں۔ میں آج ارشد کو مانگوں گا۔ اور۔ اور۔ کچھ نہ پاؤ

کروں گا۔“

”کیا کر دو گے۔“

”تجربہ اس سے کیا بھٹ۔ نتائج سے عرض کر کھو۔“

”ہم۔ نف۔ نف۔ تو چھپتے ہیں۔“

”ہاں۔“

”اب اس سے۔ فدا و مانا ہے۔ دباؤ دباؤں کا کہہ کرنا

ہے۔“

”اور اور۔“

”اب اس سے۔“

کے وسط میں بنے ہوئے مابلور پہنچ کر کشتی کھوٹنے سے باندھیں اور
ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا کر سو گیا۔

اُسے بری طرح سے نیند آ رہی تھی۔ رات نیند مطلق نہیں
آتی تھی۔ اور۔ اور کایچ میں سونا امر محال تھا۔

جی بیگم، اسلم، اندر البر الفرج کوئی نہ کوئی اُس سے اکڑ چمکے

جاتا تھا۔

باب

جب اس کو آنکھ کھلی تو اندھیرا ہوا رہا تھا۔ وہ کئی
 گھنٹے سو رہا تھا۔ وہ بھاگا اور جلدی سے کئی کھول کر کھینے لگا۔
 باب کمر میں داخل ہوا تو اس کی کھٹی کی گھڑی میں رہا تھا
 مانتے بچ رہے تھے۔

منہ ہاتھ دھو کر نیچے آیا تو چچی بیگم ڈرائنگ روم میں اند
 بیٹھ کر بیٹھی تھیں۔

”ہو۔ چچی بیگم۔ کیا سہانی شام ہے۔“
 ”جائزگی تہہ بہت۔ اور تمہیں سہانی نظر آتی ہے۔“ راہ واٹ
 خوب سے خوب دیا۔

”نہ کاہر ہے۔“ بیگم نے کہا۔

”ہوئی تو ہو۔“ آخر ہوا کیا۔ جو آپ منہ پہلے سے ہوئے بیٹھی ہیں۔

”نہ ان کے ٹاسٹ کے لئے ہوئے کہا۔“

”نہ کیا۔“ بیگم نے کہا۔ ”اوت۔“ آج ۹ مارچ ہے اور ہرگز

نہ ہوئے ہیں۔

”اودہ۔ تو آپ نے چچا جان سے کہا نہیں۔ تھکے نہیں کیا۔
 میری شامت آئی ہے کیا۔ وہ۔ اودہ۔ اُن کا موڑ سمنٹ خراب
 ہے۔ ایک نورانشہ کی منگنی کے ٹوٹنے کا قصہ۔ اندر پھر جال خاں کا موڑ
 وہ۔ اودہ۔ تو کیا جال خاں ابھی تک مٹا نہیں ہے؟
 ”نہیں۔“

”بس اتنی ہی بات؟“ اُس نے اٹھ کے سر کو نقب مٹایا۔
 ”خود پر چھوڑ دیتے یہ ذمہ داری بھی۔ میں اُسے ٹھیک کر دوں گا۔
 ”یا اور معاملہ بگاڑ دوں گے۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔
 ”چچا بیگم۔ بازی بعض اوقات پاشا جاتی ہے۔ تو اس میں
 مہر کیا تصور؟“

”ہا۔ آ۔ تصور تو میرا ہے۔“ چچا بیگم نے فلسفیانہ انداز میں
 نہ ہانک کر کہا۔

”بس نگہ رست کیجئے۔ سب کچھ صفا ہو جائیگا۔ میں تو
 ذات جوں خاں سے پتوں کا اندر پھر کاں لے شہہ اور مسرت۔
 اس کے بعد چچا جان کا موڑ خود ز خود ٹھیک ہو جائیگا۔ اور آپ کو
 رزقے مل جائیگے۔“

”دیکھ نمود۔ اگر تو نے مجھے پہلی تاریخ تک رزقے نہ دیا
 تو میں تجھے پانچ سو روپے سے دوں گی۔“ چچا جان نے جلدی
 کہا۔

انہیں محمود کی حادثہ سے ابھی طرح سے واقفیت حاصل تھی
نہیں تھے کہ وہ کام فنون میں کر دیا تھا۔

”قربا من کجی۔ آپ پر سوں صبح پانچ ہزار کا چک لے لیجئے گا
جس سے“ اذر۔ اذر۔ اب کیا کھلانہ ہی ہیں آپ۔“

”یہ مت پر چھو۔“

”آخر۔“

”چپا تیاں اصر بچنا گزشت۔ میں نے کیا کیا ہے۔“

”زندہ باد بچی سلیم۔“

ارمن مینہ کی طرف بڑھ گیا۔

”اسم سے اسے۔ ابھی سے بیٹھ رہے ہو۔ کوئی نہیں آیا ہے؟“

”آپ سلیم۔ زور زور کی جھوک ہو رہی ہے۔ دوپہر میں کھانا
میں کھایا ہے۔“

”جست۔ میں بھول گئی تھی۔ دوپہر تم کہاں غائب تھے۔“

”میں۔ میں جھیل میں ٹاپو پر سمہا تھا۔“

”اور اُسے زور سے پکارتے تھے۔ فیروز۔ علیہ کی کھانا لائے۔“

فیروز شہامت کا بیج کا ٹکڑا تھا۔

”آپ۔ صاحبزادے۔ ابھی سے آیا ہے فیروز۔ سامنے بار رہی

اسکے کی طرف بھروسہ دیا۔“

کھانے سے فارغ ہو کر وہ کچھ دیر باغیچہ میں اوبر کپڑے لٹا دیے
 چائے پیا اور جب گھنٹہ بجے گھر میں داخل ہوا تو سب لوگ اس کو
 مبارکباد دے رہے تھے۔

غیمہ اور راشدہ ڈرائنگ روم میں تھیں۔
 مسلم اور ابوالفتح کامن روم میں وہی کھیل رہے تھے
 جی بیگم ڈرائنگ روم میں جہاں خاں سے باتیں کر رہی تھی۔
 اُس نے اُن کو یہ رائے دے رکھی تھی کہ: "اور پھر اگر
 روم کے سامنے سے گزرتے ہو تو
 دوسرے منٹ میں وہ اس سے ملے گی۔"

۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ محمد بھائی نے کیا کام کیا ہے؟
 ۔۔۔۔۔ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ آؤ۔۔۔۔۔ باتیں گھومنے کے
 ہیں یا گلاب کی گتوں کے پاس بیٹھ جائیں؟
 ۔۔۔۔۔ لیکن کیا بات کرنی ہے؟
 ۔۔۔۔۔ لڑکی۔۔۔۔۔ چپ چاپ۔۔۔۔۔ خود سے اُسے ڈانٹا۔
 ۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ ابھی اچھا۔۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔۔
 پانچ منٹ بعد وہ گلاب کے کتے کے پاس پہنچے۔

پھر اُس کی طرف ہنسی ہوئی بولی۔

”لیکن محمود بھائی۔ افسوس ابا تو چراغ پا ہیں۔ ان کو نہ جانے اُس

پیوٹر میں کیا سرخاب کے پر نظر آرہے ہیں۔“

”پتہ نہیں۔“

”کھانا کس قدر ہے۔ اور بات کیسے کرتا ہے۔ چلتا بہت تیز

توندیوں ہلتی ہے۔ جیسے۔ جیسے۔“

”جیسے فٹ بال بڑھکتا ہے۔“

”ہاں۔ اور۔ اور پھر اگر اتنی کہ تیر بہ بھلی۔“

”ہاں۔ مجھے تعجب۔ کہ تم نے۔ میں تک اُسے کیسے گوارا

کر لیا۔“ محمود نے آہستہ سے پھر تیر چلایا۔

دراصل وہ آج اُسکے سامنے اسلام کی برائیاں کر کے اپنے نہیں بلکہ

دل میں اسلام کے لئے محبت۔ سوئی ہوئی محبت کو بگاڑنے آیا تھا۔

”میں۔ میں۔ مجھ پر اُسکے جوہر کھنڈ نہیں تھے۔“

”ہا۔ بڑا کامیاب۔ ہمیشہ سے وہ الیہ ہی رہا۔ اب۔ اب تو کوئی اور

کو یوں چسپاں ہے کہ پھر پیوٹر نہیں۔ میں یا فوڈیر۔ یا عورت۔ یا لڑکی۔

اُس کا کلاس میٹ۔ یا سورا۔ ہمیشہ بہ سچائی ہو جانے کی حد تک۔

حقاً۔ لوگ گھٹنوں سے سوتے ہیں۔ اور یہ دونوں سوتے ہیں۔ انتہائی بوجھ دہی

بات کرتے کرتے اور گھبراہٹ۔ ہا۔ ہا۔ پھر اس بات کو تو کئی ہونے

۔ محمود بھائی۔ آپ پہلے گرمی ہیں انہوں نے اس کو دیکھا۔

وہ مر یا نقوں میں دیتے سمجھ رہا تھا کہ اُس کی باتوں کا موقوف
 رد عمل ہونے کے بجائے بالکل غلط بات ہوئی۔

ر اندرہ کو گئے ہوئے ایک منٹ بھی نہ گزرا تھا کہ سب نے عجب
 میں کھڑے ہوئے اور اُس نے دنگ کر دیکھا۔

”مہندی کی بات سے اسلم پر آمد ہو رہا تھا۔
 ”ہو۔ اسلم نے اُس نے ہاتھ ملایا۔

”فون۔ فون۔“ اسلم نے جواب میں پینکاری سی ماری اور سانس
 آکر کھڑا ہو گیا۔

چاند طلوع ہو چکا تھا۔ اور ملکی سی روشنی۔ اُلٹے مارے چاروں
 طرف پھیلے ہوئے تھے۔

اور اسی نور میں نمودن دیکھا کہ اسلم کی آنکھیں ابلی پڑی
 ہیں۔ اور اُس کا جسم رہ رہ کر کانپ رہا ہے۔ چہرہ سے غیظ و غضب کے
 آثار ہر سی طرح نمودن آتے اور وہ اُسے گھور رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔“ اُس نے کیوں گھور رہے ہوئے نمودن سے کہا۔
 ”فون۔ فون۔ فون۔“ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ اُس نے

جواب میں کہا۔

”اسلم۔ تم ہوش میں ہوئے نمودن آکر کھڑے ہو گئے۔

”ہوش میں تم نہیں ہو گے۔“ قلیل کے بعد اُس نے کہا۔

محمود نے جھک کر وارث علی دیا۔

روزمرے محمد اسلام اس چہرے پر پڑا۔

۱۰۰ - میں باڑی کی اونٹ سے نمٹا رہی باتیں سن رہا تھا۔ تم۔ تم۔
وہ چیختا ہوا کہہ رہا تھا۔

اور یکدم محمد کی سمجھ میں آ گیا کہ اہل کس نے اس قدر غفلت
 سے یہ بات ہے۔ اس نے سوچا اعداؤں کا پورا ہوتا ہوا پورا
 علم ہے۔

اُس نے ۲، ۳ بار اسم کہ قبضائیاں دیں۔ اور اس کی گزشتہ

جس کا شہر اور بھی پرانا ہے۔ مسلم خانہ۔ نور پور گیا۔

" یہ ہے۔ یہ بد معاشی۔ آن۔ جہت۔ ست۔ قے۔ جان سے۔
م۔ م۔ مار۔ ڈر۔ ڈالنا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اور محمود پر چپٹ
رہا تھا۔

ایک آدمی منٹ بعد عمرو نے مرقہ پاکر اسلام کر پیچھے سے پکڑ لیا
اور اس کا بازو مروڑتے ہوئے بولا: "اسلم"۔ رک بازو مروڑنے سے
اس کا بازو توڑ رہا تھا۔

”گندو - جا - سارو سوکھ و پيختا پر ابرو -

شماره پنجم - فروردین ۱۳۲۸

ہم نے ایک کثرتِ جہری اور اس کی بدولت ہم نے

”بے وقوف سنو۔ میں جو کچھ تمہارے خلوت کہہ رہا تھا، محمود نے موقع غیبت پا کر کہنا شروع کر دیا۔“

”اس کا مقصد یہ تھا کہ رشتہ کے دل کو ٹٹولوں۔ تمہاری اتنی برائی کروں کہ۔ اتنی برائی کروں کہ اُسے یکدم خیال آجائے کہ تم پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور وہ۔ وہ مجھ سے لڑ پڑے۔ اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ اُس کے دل میں تمہاری محبت عود کر آتی۔“

”جھوٹے! اسلم چنگھڑا۔“

”تمہاری مرضی۔ ہم تو تمہاری خاطر مر رہے ہیں اور تم یہ کہہ۔“

”فنف۔ فنف۔ میں کیا کر رہا ہوں۔“

”مجھے قتل کرنے آرہے تھے۔“

”کہاں آ رہا تھا۔ بس ایسا ہی قصہ آگیا تھا۔“ اسلم رحمہ اللہ

ہوا بولا۔

اُس کی موٹی ٹانگیں بات آرہی تھی۔

”اور۔ اور اسی قصہ میں تم نے جھگڑا ہوں میں گڑ بڑ کی ہوگی۔“

بلبل ہو گئے۔

اور۔ اور اُس نے۔ رشتہ دے نہیں دیکھ لیا ہوگا۔

جی نے اس کے کہتے لڑائی۔ اُس نے الٹا تمہیں گایا۔

وقوف کہتے کہ۔ فوراً صبر کر لیتے۔

”اٹ - مٹ - مجھ سے غلطی ہو گئی - تم سچ کہتے ہو - وہ بار بار
جھاڑیوں کی طرف ہی دیکھ رہی تھی -“ اسلم کھسیانی آواز میں بولا -
”اور محمود کو بھی یاد آگیا کہ راشدہ جھاڑیوں کی طرف دیکھ رہی
تھی -“

”گدھے - اٹھ - ذرا - صبر کر لیا ہوتا - تم نے -“
”اور وہ سکتے گدھے کہہ رہے ہو - ذرا زبان سنبھالو -
”تمہیں کہہ رہا ہوں - پتی ہے -“
”ہے - میں - میں تنہا رہا ہوں نیوالہ بھلوتی ہوں - اسلم نے اگر کمر
کہا -“

محمود کو پرہیزی آئی اور رائخہ ہی جی میں آیا کہ کہے کہ میاں راشدہ
سے منگنی ٹوٹ چکی ہے اب کہاں سے ہے -
لیکن ایس خیال سے چپ بیٹھا کہ موٹے کا دامانی نو لڑن پھر گرو
نہ جائے -

”ٹھیک ہے - آئی ایم ساری -“
”بار -“ وہ کہہ کر دیا - اسلم نے سینہ پھیل کر کہا -
”محمود زبان پٹن مگھوں پاتے کے معذراقی اس کے پاس
بھاگت پھرتا تھا -“

”اتھ تھ راشدہ کی آواز آئی -
”محمود بولا -“

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔

راشدہ ایک ہاتھ میں ایک ٹوٹے ہوئے آر سی تھی۔
 قریب آکر اُس نے اسلم کی طرف پشت پھیر لی۔ اور محمد دست
 مخالف ہوئی۔

”محمد رجائی۔ اسلم صاحب کہیں میں پیوڑت انہیں دے
 دیکھئے۔ پیرا نہ لائے ابے رات کے بعد تہا تک کچھ نہیں کھایا
 ہے۔ فٹ۔ فٹ۔ ات رُحائی گھنٹہ بنیر کھائے پیئے۔ کیا برا حال
 انہیں ہو گیا ہو گا۔“

اور اُس نے ٹیسے پیٹیرہ کھودی اور واپس چل دی۔
 محمد نے اسلم کو دیکھا جس کی آنکھیں شعلے پر سار ہی تھیں۔
 غیریت اسکی میں سمجھی کہ جھاگ نکلی اور جلدی جلدی سے بے رنگ
 بھرتے جوتے در پاؤں سے چل پڑا۔
 چند قدم بھاڑ چلے تو اُس نے ٹھن۔ ٹھن۔ ٹھن۔ ٹھن۔ ٹھن۔ ٹھن۔
 گئی اور زسٹنی۔

اسلم نے ٹیسے کو لالت مار کر اٹھادیا تھا۔
 اور آواز بہ تنوں کے لپٹے لپٹے انداز سے کی تھی۔

باب

صبح بڑی خوشگوار تھی۔

خود نے کھڑکی میں سے بیابانک کرتابہ ہوا کو تھنوں کے
 اندر لے کر کھینچا۔ اندر پھر وہ پاؤں کے ساتھ سانس چھوڑی۔
 ایک لمحہ فانی نے کمر اُٹے رات کی رہی ہی تکان بھی ختم ہوئی
 اور صبح کی سمت پہلا گیا۔

وہ آٹا بہت سست تھا۔

ایک توڑ پھوڑ اور اسلم کے جھگڑات کا طعنا کھینچ کر
 ہوا صبح صبح کے مٹی کا معاملہ۔ پھر جہاں غاں کی نوکری چھوڑ دی تھی
 (سست اُٹے جہاں غاں سے بات کرنا یاد نہیں رہا تھا)
 وہ اپنی دیکھ کے پا پٹا بند۔ روپا است سارے صبح کے پھر تھوڑے
 اندر سب سے بڑھ کر دیکھ کے جلے میں ہوا غریب حسین کی
 حالت سے کہ وہ نہ فریاد نہیں کرتا۔

صبح بڑی خوشگوار تھی۔
 خود نے کھڑکی میں سے بیابانک کرتابہ ہوا کو تھنوں کے
 اندر لے کر کھینچا۔ اندر پھر وہ پاؤں کے ساتھ سانس چھوڑی۔

حمام میں وہ روز کی طرح نہاتے ہوئے گنگنا یا نہیں۔ بکد
اُسے ایک شوچی یا دنہیں آیا۔ منہ لٹکاتے ہوئے نہاتا رہا۔
اور جب باہر آکر لالہ رمی کے سامنے کھڑا ہو کر سر پونچھ رہا
تھا۔ تو اُسے آتے میں اپنا سوکھا منہ نظر آیا۔
اور یکدم اُسے اپنے آپ پر غصہ آیا کہ کس نے اُسے
یہ قوم عیبتیں مہل لینے کو کہا تھا۔
ایک درمنٹ وہ اپنے چہرہ کے نقوش دیکھتا رہا بعد ازاں
ایک منڈی سانس لی اور چہرہ گنگنا کھنی کرنے لگا۔

پندرہ منٹ بعد وہ شیوہ بناتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کیسے جو
الفرج سے جا رہے کی کامیاب مدارت کروائی جائے یعنی اُس سے
صرف آخر میں تقریر کروائی جائے بکد کیسے کرے مدارت چھوڑ
کر درمیان میں سے اٹھ بھاگنے سے باز رہے جائے۔
اگر وہ ایک میں کامیاب ہو جائے تو چھوٹی بینک کی ٹکس کا
فتم تھا اور ساقی ہی چھپا جان کے موڑ کی مزید بڑھ جانے کا
باقی نہیں رہتا تھا۔ اور یہی نہیں انیمہ اور جو صورت کا مسئلہ
ہو جاتا تھا۔

اور اُسے مرشدہ اور اسم کے جھگڑے کی طرف توجہ دینا
توجہ دینے کا موقع مل جاتا تھا۔

لیکن سڑکی پر تھی کہ ڈرپوک اور نیم بزدلی بہ افرت میں تھی جو ریت
 گیت پیدا کی جائے کہ وہ گھنٹہ بھر دس سال سے کمرہ دس سال کی عمر
 تک کے مہم کو چلاتے پھرتے پھرتے بھرتے سے بھرتے ہوتے ہالہ میں ہم کو
 تھکتے۔ سیٹھ سے بیٹھے اور غیر صدارتی تقریر کرتے۔

وہ اپنے آپ کو گایاں دینے لگا کہ اگر خود ہی جیل کی صدارت
 کر لیتا تو کیا ہوتا۔

یکدم باپ کا چہرہ نکلا۔ ذرا سا خون نکلا آیا۔ نگاہیں پر اندازت
 غور کی تھی سوزش یعنی محسوس ہوئی اور ساتھ ہی بقول اس کے
 اس کے دماغ کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

جلد ہی جلدی شروع ہو کر وہ پیلوون تین چار سال کی لگا کر نیچے چلا
 ڈانٹا۔ روم میں پہنچا۔

میز بھی ہوئی تھی لیکن پیٹوں اور توخموں سے سر نہ تھی
 تو مشروبات کے بجائے دماغ کی جلد کو بوا کر ہی تھی۔
 جی ہاں خال ابھی پر بلبل تھی۔

خود نے جلد ہی جان لی گئی تھی کہ ہر مارگی اور جیسے
 ہر مارگی اور ہر مارگی سے کام لیا گیا۔ درنہ مقبرہ میں
 جس کے میں کہ تھی اور نہ مجھ کا۔
 جس کے میں کہ تھی اور نہ مجھ کا۔

سارے بارہ بجے وہ اپنی اسپورٹس کار میں افتاں وغیراں
شہامت کا بیج میں داخل ہوا۔

بہت خوش تھا۔ اُسے ابو الفرج میں ہمت و جرأت پیدا کرنے
کی انوکھی ترکیب سوچ رہی تھی۔

وہ ابو الفرج حسینی کو حکم دے کر وضو پڑھا کر حلبہ میں بیٹھ بیٹھا
تھا کہ تاکہ نشہ کی ترنگ میں اکر وہ صرف ماحول سے متاثر ہو کر رہ
جائے۔ اور صرف اُس کا شعور بالنی کام کرے۔

اور وہ جانتا تھا کہ اُس کے لاشعور میں صرف نعیر سبے نعیر۔

اور محمود کا ارادہ تھا کہ بینگی کو دیکھ کے ۳۰۲ ہگ پڑا کر اسے
حلبہ کی صدارت کے۔ حلق اچھے پچ سمجھ کر بھیج دے۔

تقریر اچھی کرے گا یا نہیں اس کی فکر نہیں تھی۔ اور اس بات
کا اطمینان کہ وہ کسی صدارت سے اٹھ کر نہیں بھاگے گا۔

دور پہر کے کھانے پر بتایا گیا کہ۔ بلکہ کھانے نے دور پہر
کر دیا کہ حال خاں نے نوٹری جھوٹے کا ارادہ ترک کر دیا۔
محمد کی ایک اہل دین رہ گئی تھی۔

کھانا اچھا بہت سے ہے۔ اُس وقت ایک کراہٹ

ہو رہی تھی۔

پہلے ہی نے بتایا کہ۔ بہت سے کراہٹ

بچے کا بیٹے سے روانہ ہوں گی اور ان کے ساتھ کار میں چچا جان کے ملاوہ
 صحت بخیرہ صدر جب تب بواغ فرج حسینی صاحب جائیں گے۔
 اندر رخصت ہوئے ابو الفرج نے بوکھلانا کی بجائے انتہائی
 پرسکون رہے میں کہہ کہ وہ سرور و سبب بالکل تیار رہے گا۔

مہر سے اٹھتے ہوئے ابو الفرج نے اُس سے کہا کہ وہ چند منٹ
 میں اس سے فرے میں اگر اُس سے بات کرے گا۔
 "اچھی بات ہے۔ میں انتظار کروں گا" محمد نے کہا۔
 وہ اُسے دسکے پاس لے گا۔ جسکی بوتل وہ شہر سے لے آیا تھا۔ بوفہ
 و محمد نے کہا کہ اُس سے۔

سید صاحب سچا فرست ہوئے محمد نے اپنے آپ سے کہا۔
 "میرا دل چاہتا ہے کہ میں۔" خوریت قلب کی فاکٹ بنا کر یہ سچا ہے
 "ان کا۔" اس کے جوہر کو دیکھا جا رہا ہے۔

دریازاد محمد گھٹے بعد کسی نے زور زور سے اس کے کہہ دیا۔
 "میرا دل چاہتا ہے کہ میں۔" خوریت قلب کی فاکٹ بنا کر یہ سچا ہے
 "ان کا۔" اس کے جوہر کو دیکھا جا رہا ہے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں۔" خوریت قلب کی فاکٹ بنا کر یہ سچا ہے
 "ان کا۔" اس کے جوہر کو دیکھا جا رہا ہے۔

اور محمد کے ہاتھ میں سے ہینگوتے کا ٹولہ فارہمادی بلال سے
بھڑک کر گر گیا۔

کیونکہ نہ صرف بولنے والے غیر متوجہ ہو کر پر عجیب سے بات کہیں
تھی بلکہ وہ چل بھی اور عجیب انداز سے رہا تھا۔
مسکراتی باقی کی طرح وہ چھوٹا چھوٹا ہوا اس کے پتنگ پر
آکر دم سے بیٹھ گیا۔

اور بولا۔

”ما فی ظہر محمد۔ کہو مزاج تو اچھے ہیں۔“

”ہاں“ محمد نے اور زیادہ منجھب ہوئے کہ۔

غریب ڈر رہا تھا کہ یہاں جلسہ کی صدارت کے روضہ فرسا
تھوڑے بولے طرح کے دمان کی کوئی ٹال توڑی ہوئی نہیں کر دی۔
”تم سمجھتے تھے کہ میں جلسہ کی صدارت نہیں کر سکتا گا۔“
”نہیں۔ تو۔۔۔ میں۔“

”نا بدولت کے سامنے بھڑک مت بولو ورنہ اب سب کچھ
جلسہ کی صدارت کرنا اور تقریر کرنا تو کیا کہو تو وہاں لگانا ہی لگاؤ گا۔“
”لگانا کا ڈر ہے۔“

”یہ یہ تو روڑوں ہے۔“

”روڑ ڈر ہے۔“

”سمجھو تو کسی کو لگانا تو کرنا ہے۔“

”سُکھ فی کرب“

”ایک کی نہیں وقت واعدہ کی دو دو کی کئی کئی کروڑوں کے
 دہم کے محمود نے ٹھنڈی سانس سجھتی۔“

ہم نے محمود نے بغدادی سے اس پر بھیجے۔

وہ اس کی دروازہ میں منتظر رہا۔ وہ بالکل اکیس گھنٹوں میں پہنچ
جوتے والے ایک مشبہ کی تبدیلی یا ترقی کی کوئی شے نہ رہا۔
اور اب اُسے کامیابی ہو گئی تھی۔

انجامِ غرض کے منہ سے شراب کا پور کی جیہ پر آ رہا تھا۔

"ہم - تم - تم - تم - اب ان کے ایک مشورہ کی۔"

مردوں نے فوراً آگے بڑھ کر اُس کی گھر دینا چاہی اور کہا کہ ابراہیم
جو اُس کا بیٹا ہے۔ تمہارے بیٹے کی رہی ہے۔

۲۔ یوں ہی ابو العزیز نے احمیدیان سے کہا۔

100

و جس طرح غریبوں کی خدمت میں اس کی دعا کی گئی ہے

[Faint handwritten text]

۱۔ اسلام کا جو مقصد ہے وہ یہ تھا کہ انسان کو خدا کی طرف سے

فدایم و سبب عزت و کرامت و کبریا است که فریب است آید چرخ ز سوسن

باز به دست خود که است بر این چرخ می خیزد از روی کسلی با تو را

جم - جم - انمور در انمور میں گھر گھر -

اور - اور اچھل پڑا -

ہوا غریب اُس کے بستر پر میٹا گنگنا رہا تھا -

” بلو - ” اُس نے - ہوا غریب نے - ٹھوکر کھدکھتے ہی کہا -
” بلو - ”

” میں نے پالہ مار لیا - میرے یار پالہ مار لیا - پاؤ - آؤ - ”
و رات -

” کیا ہوا - میں نہیں سمجھا - ”

” تم پر لعنت ہو - لعنت - اے نبیرہ نے مجھ سے شادی کرنے
پر رضامندی کا اظہار کر دیا - ”
و رات -

” بھلا رات میں عزیز کی قسم - اتنا ہاؤ - آؤ - ”
ٹھوکر نے اُسے سینہ سے لگا لیا اور ہلکی ہوا -
” مبارک - مبارک - ”

سکریہ -

ٹھوکر نے گھر کی دیکھی اور تفصیلات پہنچنے کا ارادہ ترک
کر کے حرام میں گھستا ہوا بولا -

” کھانا ابھی بچہ ہو گیا - منہ دھو لوں - ”

” کچھ دیر میں جہیز وہ تم سے - یہ آیا تو اُس کا دل لگاؤ
اس پر دیکھ کر - ”

کمرہ کے دروازے میں فرش پر چسکی کی بوتل - چھوڑ لی بوتل -

(Mazda) خالی پڑی تھی -

اُس نے بوتل ابو الفرج کے انتہار میں - بانے تیکر کے نیچے رکھی تھی -

اُس کا مطلب یہ تھا کہ ابو الفرج کے پیچھے بیچا - پگ و سکی اور اتر چکی تھی -

سوٹ پہن کر وہ نیچے اترا تو پتہ چل کہ سب لوگ جیسے

میں ڈر رہے تھے - ہانچے لگا -

اس نے اہمیت ان کی سانس لی -

ایک دو منٹ ڈرائنگ روم میں سگریٹ پی رہا -

ملاقات رہا - اور اُس کے بعد دوڑا ہو گیا -

ایک اسپریش کار نکالی - اور پھر شکر میں لا کر کھڑا کر دی

اور پھر لپٹا لیا -

پھر منٹا بعد وہ اترا تو اُس کے باوجود سانس

خفا -

وہ متوقع جنگ کا فیصلہ کے مقابلہ کے لئے ہنہ مہنہ

نہیں - پر شبہ جنگ جانے کے بعد وہاں صحت یا صحت -

تعبہ میں پہنچ کر سوائے سب سے پہلے اپنی کار میں بیٹھ کر

دور تیار کر رہا۔

سوٹ کیس کو مزہ ڈسک سے پیسے ہی مشعل کو چھپا کر

وقت کافی گزر چکا تھا۔

جب وہ اسٹور میں حشمت گنج پر مٹکری اسکو لے پہنچا تو حلیہ

شرور سے بول رہا تھا۔

باب

غیر محسوس طریقہ پر بال میں داخل ہو کر وہ مٹی جی حصہ
 میں دروازے کے قریب کی ایک غالی نشست پر بیٹھ گیا۔
 ایک داروغہی والے معمر سن بزرگ قہریرہ کر رشتہ
 اور بدالوج کر ہی مہارست پر بیٹھا تھا بلکہ دراز تھا اور آنکھیں
 بند کئے ہوئے بنا ہر بڑے غور سے سن رہا تھا۔
 حسن اتفاق سے اس کے بیٹھنے کا انداز بالکل ایسا تھا جیسے
 کہنہ مشق نہر نشینوں کی ہو ا کرتی ہے۔
 اس کے دائیں ہاتھ پیرچی بیگم جی جان۔ اور قہریرہ کے
 بائیں ہاتھ پیرچی بیگم جی جان۔ بائیں ہاتھ پیرچی بیگم جی جان۔
 درمیان سے اصرار بے تے۔
 بزرگ کی نظریہ کے انداز سے خود کو درمیان میں
 بات کا پتہ چل گیا کہ وہ انکسور کے بیٹے اسرار
 کے رشتہ دار۔
 "پیارے دوست میرے بزرگ بیٹے کے لیے کہہ دو کہ وہ اپنے

کئی بڑی خوشی ہے کہ آج کے صبح کی صدارت سرزید پور
 کے مشہور و معروف رئیس جناب ابو الفرج
 ابو الفرج - ابو - ال - خراج - ابو الفرج آتھیں کھول کر کی صدارت
 پر سے دے رہا۔

مولوی صاحب چرنک پڑے - وہ گھبرا گئے تھے۔

ابو الفرج نہیں - ابو الفرج ہے میرا نام - ابو الفرج نے انہیں ہندوستان
 انداز میں سمجھایا۔

”صاف کیجئے - موت کیجئے“ مولوی صاحب نے اُس سے کہنا شروع
 پھر عادی بن جانے کی طرف مڑ کر کہنا شروع کیا۔

”فرجیہ کہ آپ جانتے ہیں آج کے صبح کی صدارت

جناب ابو الفرج صدفی صاحب کر رہے ہیں - اور جیسا کہ
 میں کہہ رہا تھا۔“

”یہ کیا جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ اسٹاک مارکیٹ آپ نے“ جناب

صدفی نے فرجیہ کو ڈرا لیا - مولوی صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا۔
 اور فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا۔

مولوی صاحب نے فرجیہ کو ڈرا لیا - فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا اور

فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا - فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا۔

فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا - فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا۔

فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا - فرجیہ نے فرجیہ کو ڈرا لیا۔

تو ہی کام نہ لیجتے۔ سید سے سید سے تقریر کیجئے۔ ابراہیم نے پھر ڈرائیو اور
آنکھیں بند کر لیں۔

ہاں میں پھر ہنسی کی آوازیں گونج گئیں۔ نور محمد شیخا نزل کو مرزا آ رہا تھا
اور پراسٹنچ پر اساتذہ کی جھڑپیں پڑھ رہا تھا۔

چچی بیگم کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

البتہ چچا جان مسکرا رہے تھے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے چند بچوں کے سکورٹ کے بعد فریٹ

وکی میں دیکھی کہ اس کے پرستے ہڈاگ جا رہے ہیں۔ اب، جناب صاحب
اپنے خیالات واضح کرنا چاہتے ہیں۔

دل دردمن نہ ہو۔

اور جب شکر ہو تو شکر دے اس کے لہجے کی طرف سے

نکال دیا۔

ابو انور صاحب نے ہوا اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ لائق

اور عجیب شخص ہے۔

حضرت رفیع الدین، وزیر خوارزمی، ایم سرحدی، مولانا

حضرات اور پھر

بچہ نے اپنے آپ کو لے لیا۔

ایک دوسرے کے ساتھ خوش خوش کی لکڑی سے

” صاحبان یہی ہے وہ دوست درکھنا آپ نے۔ یہ حضرت مجتبیٰ
تین روز سے کہہ رہے تھے کہ میں تقریر کیسے کر سکوں گا۔

ہا۔ آء۔ غریب اپنی عادت سے مجبور تھا۔ ” اور عقین اپنے
کہ ان کی ریشہ درانیوں کی بدولت جسے کہ تقریر سے روز
میں سویا نہیں تھا۔ (تالیماں درہنہ) لیکن۔ لیکن مجھ تقریر کرنی
مزدوری تھی۔ ایک خاص سبب تھا۔

” جس کا اظہار میں مزدوری نہیں سمجھتا۔ ”

محمد نے اطمینان کا سانس لیا کہ لکھ کے بار محمد ابوالکرم کا
رہاٹ کچھ قریب کام کر رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ٹرانس پر نظر ڈالی۔

چچی بیگم اور دو دوست بہانہ دیکھنی سے پہلے بدل رہے تھے۔ البتہ
حمید جان اب بھی مسکرا رہے تھے۔ نہیں ٹالیاں کھاتے رہا تھا۔

” ہاں تو پیار سے چمکے۔ ” فاضل اعلیٰ جناب صدر رکت جہاں بیٹھے۔

” یہ آئی۔ میرا دوست۔ جس کا نام محمد مرید ہے۔ بڑا عجیب آدمی

ہے بہت گریڈ۔ لیکن ساتھ ہی سچا بھی ہے۔ دوستوں کو شہر سے دور ہے۔

تو اس کی فیس بھی بہت ہے۔ یہاں ہٹلر وغیرہ کے بل کی صورت میں آتا ہے۔

ابھی دل کا آدن۔ آئے وقت تمام دوستوں کا اب اس کا وقت آگیا

بنائیں۔

اور محمد کو گورنر کی نظریں اپنی ہانڈ پر لگی تھیں۔

کیونکہ ابوالکرم حسین نے اس شخص کے متعلق کئی باتیں کہیں۔

ہانگی اور میرے لئے کیا اس لئے اور میں چاہتا رہا۔

پھر اُس پر رزحانیت کا غلبہ ہو گیا۔ اور وہ پہلے گیا۔ پھر اب
تمہارا تعلیمی سال ختم ہو چکا ہے۔ تم بہت اچھے طالب علم تھے۔ جاؤ گے۔ جیسا
نوشی کا پیغام ملے آئی ہیں۔ غور ٹھی۔ یاد آ یا کہ دنیا میں آج کل وہ بن خوشیاں
ہی خوشیاں ہیں۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ ہر طرف کیوں
اس لئے کہ دل میلا گن ہے۔ دل کیوں گن ہے۔ مسرور ہے۔ یہ۔ یہ۔
ایک پیر ایوٹ بات ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ دنیا بہت خوشیوں
پہنچے۔ اس لئے آپ بھی مویں آجیے۔

پچھلے سال کے پھر لڑکا۔ اور وہ بڑا گیا۔

میرے عزیز و! یہ دنیا جیسے نہیں اپنی تعلیم ختم کر کے بیٹے

ہو کر قائم رکھنا ہے۔ بہت جلدی جگہ ہے۔

لیکن میڈ ماسٹر صاحب نے معاملہ سنبھال لیا۔

جناب صاحب صدمہ معافی چاہتا ہوں۔ عزت کم ہے۔ اس لئے

ہر گاہ کہ آپ تقریر ختم کر کے انوائس کی تقسیم شروع فرمائی ہیں۔

اچھا۔ اچھا۔

میڈ ماسٹر صاحب نے ہر دستہ پرستہ اذکار اور لکچرار

اشتر حسن جماعت چارم۔ تمام مہتممین اور اساتذہ

تمام مہتممین میں اہل۔ ہاں۔ غور۔ خیر حسن آؤ۔ ہر طرف سے

افتر حسن اندر پھر ڈاکٹر میر چرند۔

۱۲ سال کا دہلا پتا اسرار کا بتا ۔ بھرے بھرست جسم وان ۔ مہر و

سفید ۔

مہر ہی انتر حسن ہو ۔

مہر ہاں جناب ۔ بچہ آہم کر لولا ۔

مہر غیب ۔ ماشاء اللہ ۔

مہر ہی ۔

یہ دنیا بہت مریضورت ہے ۔ کیا خیال ہے ۔ ہمارا

مہر ہاں جناب ۔

مہر شادی ہو چکی ہے ۔ ہمیں سنتے سنتے بامراد عاشق کی اروت

مہر ہی ۔

مہر نہیں ۔ مہر کا پریشان ہو کر لولا ۔

مہر ۔ مہر کی بات ہے ۔ جس قدر ہو سکے جلد شادی کر لو ۔

مہر نام لیتے آتے سنتے نا ۔

مہر جناب ۔

مہر دوسری ہے نا بہل ماسٹر صاحب ۔ ابو الغزنی نے میز سے

مہر ۔ مہر کیا ۔

مہر ۔ مہر میں انتر حسن ڈانس سے انتر کر لیا گا ۔

مہر ۔ مہر کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے منہ پھاڑے ہنسی

مہر ۔ مہر تہہ تہہ کیا ۔

اندنیچے عوام میں حاضرین ہیں اُس کے رویہ پر بچر نہ میٹھیں
ہماری خلیں۔

میں نے ماسٹر نے ایک اور نام پکارا۔

اند ایک لڑکا اُس پر آگیا۔

اُس کے قدموں کی آہٹ سے ابو الفرج نے آنکھیں کھولیں

اور بولا۔

”تم ہاں کیوں آتے ہو؟“

”بقی“ لڑکا سر اسیمہ ہو گیا۔

”یہ انعام بیٹے آیا ہے؟“ ایڈیٹر صاحب نے کہا۔

”جانتا ہوں میں اول ہوں۔“ ریاختی میں تناوڑ سے بڑے

میں۔

”وہ بہت پیچھے رہا۔“ لڑکے نے غور اپنا انعام۔

لڑکے نے انعام لیا اور اُس سے ہاتھ لے کر وہ پس ہونے لگا۔

کہ اُسے رک جانا پڑا۔

کہہ نہا ابو الفرج نے اُسے لوک دینے نہ ہو نہ۔ بھاگے کہاں ہاں۔

میں نہت ایک سڑال پر تھیں لگا۔

”جی“

”بڑا بچہ ہے سناؤ۔“

”یہ ایک لڑکا ہے۔“ لڑکے نے ہاتھ لے کر لڑکے کو دیا۔

نیچے اتار دیا۔

و احسن الثمرات انہوں نے پھارا۔

ایک میاں کچیل سا لڑکا ڈانس پر آیا۔

و ہم رقص کرتے ہوئے

”ہاں ہنسا بہتے رہے کہہ کر۔“

”ہاں ہنسا بہتے رہے کہہ کر“ ابو الفرج پر ہنس کر

ترجما کر دیا۔

”ہاں ہنسا بہتے رہے کہہ کر۔“

”تم کس نام سے آئے ہو؟“

”میں ڈانسیں کرتا ہوں، فریادیں کرتا ہوں، ہنس کر کہتا ہوں۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”ہاں ہنسا بہتے رہے کہہ کر۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

”اب یہ خوب ہے، لیکن تم نے آج اسٹارٹ نہیں کیا۔“

میرے دوست خود نے بھی ایک بار ڈرائنگ پر چاند لگام
لیا تھا۔

بات ہو کس پر۔

کتا۔ کالائیکل بنانے پر۔

اس نے بال جبریل کالائیکل بنایا تھا۔

ایک میڈی قریبی لکڑی کھینچ کر اور اور ڈرائنگ پر
کوئی میت پسند آقا۔

اور خود دست و پاں نہ انہیں گیا۔

کار اسٹارٹ کر کے اس نے سوچا کہ شہر بھاگ جائے

پھر اسے خیال آیا ذرا معاملہ اسے انٹیلیجنٹ ٹکس چھوڑ دیا
بات۔

اور وہ شہر جاتے کی بجائے شہر مت کا رخ کیا طرف مڑ گیا۔

ہر گزیرت میں پھوڑے کو روک سکیں بننے کی فکر میں جمیل کا

ہا گیا۔

باب

گفتہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب وہ جیلر سے نکلے گا

عقالات جو افرح ملے۔

ہاؤس۔ ان۔ سنت ہو۔ کہاں سے تم۔ گھنٹہ بھر سے تمہیں ڈیڑھ

ساعت ہو۔

”کیوں ڈیڑھ گھنٹہ رہ سکتے؟“

”ہاؤس۔ آؤ۔ بس جیلر سے کہہ دیجئے“

”کیا حوالہ“

”خیر۔ فیصلہ خود دست درابطہ کر رہے۔ ان“

”کیوں؟“

”میری تقریر نہ سمجھا رہے۔ وہ بہت بگڑ گئی ہے۔“

”خیر تو؟“ ”خود سے میری کہی۔“

”سنت ہو۔ سنت ہو۔“ ”اور وہ ہاں نہیں رہا۔“

”نہ نہ۔“ ”نہ نہ۔“ ”نہ نہ۔“ ”نہ نہ۔“

”نہ نہ۔“ ”نہ نہ۔“ ”نہ نہ۔“

اور وہ اُس کی پیڑھ چپکتا ہوا آگے بڑھ گیا ۔

بیس بچپن قدیم گہی نہ چلے تو کہ را شدہ تو ۔

وہ مجھ کو دیکھائی ۔ آپ ۔ آپ نے بہر سفر حوا حب کو دیکھا ہے
 ” ہاں ۔ فکر کیوں ہے “

کچھ کام بہت جلدی سے بتا دیتا ہے

وہ وہ ہاں جھیل کی طرف سے سو گیا تھا ابھی اس کے پاس سے گیا

آہ ہاں ہاں

وہ وہ ہے اور را شدہ ہی ہے آگے بڑھ گئی ۔

مجھ کو نے ایک لڑکے کے ساتھ سو گیا کہ وہ لڑکے کو جو اس وقت سے کہا کہ

نہایت ہے ۔

پھر وہ وہ نہایت اور خیر کہ وہاں سے چلے گا

جو تھکے ہوئے ہیں کہ وہ وہاں سے چلے گا

وہ وہاں سے چلے گا کہ وہ وہاں سے چلے گا

کہا ہے ۔

کہا ہے ۔

کہا ہے کہ وہ وہاں سے چلے گا

کہا ہے ۔

میں بہت پریشان ہوں رہے۔ تجھے پتہ ہے شہادت کا رُخ میں
 آیا غائب آیا ہے
 پتہ نہیں ہے

”راٹ سے ابوالمظفر سے شادی کر کے سلعے ہم رہ رہے ہیں
 پاپا بگم ابوالمظفر کو ہمیشہ ابوالمظفر کہتی تھیں۔
 پاپا بگم سے غمور رہتی تھی۔
 یہ سب وہ نہیں جانتی تھی۔“

”بڑے۔ ہاتھ۔ یہ کیا ہو گیا۔ آؤ۔ یہ سب تیرا ورعہ ہے ورنہ
 ... اتنا بڑا کیوں کر لیں۔
 یہ کیا ورعہ ہے۔“

”ابوالمظفر نور شہادت کا رُخ جیتا نہ۔ یہ قسم جوتا۔
 سب سے بڑی اکوئی بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ دریا بہا گیا
 اس کا پانی کی ساس کہنا وہاں گویا۔ ہاتھ
 ہوا کی جگہ۔ اس کے گھر آئے۔ باب تک پہنچا، شہادت
 کے قہر کو گریٹ

نہ سب سے بڑی اکوئی بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ دریا بہا گیا۔ اپنی ساری زندگی
 یہ سب سے بڑی اکوئی بیٹا ہے۔

”ابوالمظفر نور شہادت کا رُخ جیتا نہ۔ یہ قسم جوتا۔
 سب سے بڑی اکوئی بیٹا ہے۔ اس کے ساتھ دریا بہا گیا۔ اپنی ساری زندگی
 یہ سب سے بڑی اکوئی بیٹا ہے۔“

اور وہ پلٹ کر چین کی طرف بھاگا۔

حسن اتفاق سے راشدہ اس وقت تک، ابو الغزفہ کی تلاش
میں تھی اور جیل کے گھاٹ سے لوٹ کر بانٹ کی طرف جا رہی تھی۔
”راشدہ نے اسے لے لیا۔“

”جی“

”محمد بھائی۔“

”ختم جاؤں گے تم سے کچھ پرچھتا ہے؟ وہ گھبرایا ہوا تھا۔
اس نے ذہن پر تلاطم بپا کیا۔ واقعی اس نے اس وقت
کی ابو الغزفہ بننے کی رسم درجہ دوس سے شروع کی تھی۔ اور اس وقت
تھی۔“

”کہتے ہیں۔ کیا ہے؟ راشدہ اس کے چہرے سے متاثر ہو کر کہنے لگی۔“

”یہ۔ یہ تمہارے بارے میں کیا سن رہا ہے؟“

”کیا سن رہے ہیں آپ؟“

”ابو الغزفہ اور تمہارا قصہ۔“

”ادھر سے؟“ کہتے ہیں کہ کتاب کیا ہے؟“

”تم سے۔“

”اس کی جگہ کے کتاب سے تمہارا مقصد کیا ہے؟“

”تمہارا یہ بڑا عجیب سا رنگ ہے۔“

” تو کیا اس سے غلے لے گا؟ ”

” ہاں۔ ”

” تو پھر بہت اچھا بات ہے۔ ”

محمود نے دیکھا کہ یوں گڑی نہیں چلا گی۔ اس لئے اُس نے

انداز شکم بدل دیا۔

” بولا: ” اب وقوف نہ کرو۔ ”

” میں اب وقوف نہیں کروں۔ ”

” تو گر بھی ہو۔ ”

” محمود بولا: ” زبان سبب ہے۔ ” ارشد نے غور سے دیکھا کہ بولا:

” محمد نے دیکھا کہ اب تو بات بیکدم گبر گویا کہتے لگا۔ ”

” تم کو کیا کمر ہے؟ ”

” آپ؟ ”

” آپ کی وکالت کیوں کر رہے ہیں؟ ”

” آپ؟ ”

” آپ کی وکالت کیوں کر رہے ہیں؟ ”

” آپ؟ ”

” آپ؟ ”

” آپ؟ ”

وہ ماشدہ کے پاس سے بہت دیر گزرتے چلا۔ راشدہ سے
ملاقات کے وقت سے اُسے جواں کیا، بنائی نہیں اُن سے ایک
بھی اور وہ کھارنہ لاسکا تھا۔ اور راشدہ یکدم بھٹکتے اگے گئی تھی۔
اُسے تعجب محراب تھا کہ راشدہ جیسی زکی اور فہم لڑکی یہ کیا کر
رہی ہے۔

”باؤ۔ یہ کیا کیا۔ مہمہ ہوتی ہیں بالکل عمدہ اور وہ بڑی لڑکی
ہیں۔ جب تک کوئی غلط نہیں ہوتا اُسے سوچا۔

گورنر کے آرڈر گنٹھ ابھرتی جانے لے اُسے علیحدہ لے جا کر
ابراہیم کی تعزیر کے متعلق لکھنا پلائی۔
لیکن یہ سب چار لکھ لیاں دست کریم ودا پتلی کا دیکھنا
لگیں۔ پیرے سارے سب سے زیادہ تیر ہو گیا۔
مختلف فیروز کے آج کریم ملت کی۔ ”سیر طرے
”کیا ہے۔ فیروز۔

”نہ۔ خانہ زندوں کے کوارٹر کی طرف تشریف لے چکے
تھیں۔ ان کے غور سے پرچیا۔

”وہ۔ وہ۔ ہوا خیرا مناسبت جو ان کے کمرے کی بہت پرچیا
تھی۔ اور وہ۔ اور وہ۔ اور وہ۔ اور وہ۔ اور وہ۔ اور وہ۔
فیروز۔ چچی بیگم نے تیرے لیے لکھا تھا۔

” حضور محمود چل کر دیکھ لیجے گا۔“

” اوہ۔“

” اندر جال خاں پشتو میں نہ جانے کیا بکرا رہا ہے اور اندر پر سے

ابو الفرج صاحب انگریزی میں پیچ رہے ہیں۔“

” آہ۔ محمود۔ خدا غارت کرے تجھے۔ اور تیرے دوست کو۔“

” کمر جال خاں پر گہرا گیا تو۔ جس بڑی امت سہارا دے گا اور راضی ہو اٹھے۔
تو بیگم نوکریوں کے کوارٹر کی طرف لپکتی ہوئی بولیں۔“

اور واقعی ابو الفرج جہنت پر سے روٹنے والا ہے کہ نہ یہ

بچے جیسا کہ رہا تھا۔

اور باغیچہ ہلا کر لائیں اندر میں کچھ کہہ رہا تھا۔ شیشہ کے گلاس

میں صاف ہوئی اور جوت اس کی آواز صاف صاف سنائی دے رہی تھی۔

” کیا ہوا جال خاں؟“

” آہ۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔ بھلا۔“

” کمر جال خاں شیشہ کی پستیاں پر لیٹا۔ آگے آگے۔“

” کمر جال خاں۔“

” کمر جال خاں۔“

” کمر جال خاں۔“

چچی بیگم نے پوچھا۔

اور ادھر روشندان میں سے ابوالفرح کو جو اپنے یار وفادار
 محمد الرشید نظر آئے تو وہ اور بھی اچھلنے کودنے لگا۔ ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ
 رہا تھا۔۔

۴۔ باغ۔ بیگم صاحبہ۔ آپ دیکھ رہی ہیں۔ ضرور دماغ چل گیا ہے
 ۔ صاحبزادے میں نے شہامت کا بیج میں۔ ۱۲ سال میں سینکڑوں
 جہان دیکھے لیکن آپ کے ان دوست کا سا نہیں دیکھا۔ بال بال
 نے کہا۔

”محمد۔“ چچی بیگم بھتیجے سے مخاطب ہوئیں۔ ۵۔ یہ یہ۔ تمہارا دوست
 بالکل پاگل معلوم ہوتا ہے۔ میرے معبود۔ یہ تو روشندان توڑ دے گا
 اور پھر اپنا سرور توڑ کر غم تو نہیں جائے گا۔ ۶۔ کیا خوب دوست ہے
 تمہارا۔“

۷۔ جہم۔ ہم۔“ محمد نے کچھ سوچت ہوئے کہا۔
 معاملہ کچھ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔
 ”محمد۔“ میں تمہارا پانچ منٹ دیتی ہوں اس پاگل کو سچا کر دو
 ورنہ۔“

۸۔ اچھی بات ہے۔ اُس نے کہا۔ اور۔ اور آپ جہم نکال
 کر لے کر درادیکھ لے باہر چلی جائیے۔ میں تنہا بیٹھ اُٹھتا
 ہوں۔ بات نہ کروں گا۔“

بچی بیگم منہ بتاتی ہوئی جمال خاں کو ہمراہ لے کر باہر چلی گئیں۔

محمود نے اشاروں میں باتیں شروع کر دیں۔

”اوپر کی کر رہے ہو؟“ اُس نے اشاروں میں پوچھا۔

”میں کہ تم سوچی اشارے میں جواب ملا۔ تم۔ تم۔ محمود نے ہاتھ ہلا کر فرمایا کیا
”او۔۔۔ میں۔ میں۔“

”ہاں۔ ہاں۔“ محمود نے گردن ہلاتی۔

”نیچے اتار کر بتاؤں گا۔“

الو الفرت کا اضطراب کم ہو چلا تھا۔

”اچھا۔ اچھا۔“ محمود نے ہاتھ ہلا کر اُسے الہیتان دلایا۔

”پیر چپ چاپ کھڑے رہنے کی تلقین کر کے وہ کمرے سے باہر
نکلے۔“

بہندہ منٹ کے بعد وہ کوارٹر کے پچھواڑے سے الو الفرت کو چھت پر

سے سیرنگی کے ذریعہ اتار دیا تھا۔

نامتوں۔ تم۔ تم۔ چھت پر کیا کر رہے تھے۔ اندھ چڑھ گئے۔

”وہ۔ وہ۔ ات۔ ات۔“ اسلم صاحب سمجھ کر بھاگ رہا تھا۔

”اسلم سے؟“ محمود نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ۔ وہ۔“ راشدہ کا معاملہ۔ ات۔ ات۔ لعنت ہو۔

وہ۔ وہ شخص تو دیا نہ ہو گیا ہے۔ میں نے سارے نوکروں کے کمرے
ہائیکر کاٹے۔ باغ سے وہ میرے پیچھے بھاگتا آیا تھا۔
”لیکن کیوں۔“

”لعنت جو تم پر۔۔۔ راشدہ سے میری تعلقات و روابط سے وہ
اگ بگولہ ہو گیا ہے۔“

و ادھر یہ بات ہے۔ اب میں سمجھ گیا، محمود معاملہ سمجھ گیا تھا۔
 ۵ لعنت ہو تم پر۔ کیا سمجھے۔ ابھی میں نے پورا قصہ ہی نہیں سنایا۔
 اب ان ذریعہ میں غفلت کو کرنے کی عادت کے آثار اس پر پڑ چکے ہیں۔
 عالم یہ کہ پائے جانے لگے۔

رأى - سناؤ - سناؤ، محمد علی سے بولا۔

دو دنوں دوسرے امریکی عمارت کی حالت بگڑ رہی تھی۔

یہ وہی ڈنر کے بعد چنگ - اس کے لئے ہے بانہ

نہایت - انت - اے - میں تمہیں تنذیہات بتا رہا ہوں۔

... در میں اس کے ساتھ میں پڑا - باغ میں چلتے ہوئے

میرا گریبان پیکر لایا رقتیں کے مار سے اور کہنے لگ - جان سے مار دے

میرزا رشید کو خبر۔ چیتا سے قتلے۔ میں نے بڑی مشکوک۔

پیرایہ اور کتب

نموده است که در این مورد که

کتاب: تاریخ اسلام از ابن کثیر

سیت ہو۔ تم پر لعنت ہے۔۔

”نہیں۔ میرے دوست۔ میں۔ میں بارت یہ ہے میرا گلا
خرا بے اور کھانسی آ رہی تھی۔“

”ہم۔ ہم۔ اون۔ ہاں۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ میں بھاگتا۔ اور
وہ میرے پیچھے پیچھے تھا۔ اور بعد ازاں وہ دیکھ کر میں نوکروں کے کوارٹروں
کی سمت چلا کہ کہیں چھپ جاؤں مگر وہ مونا شیطان سائے کی طرح پیچھے
لگا تھا۔ اون۔ لعنت ہے۔“

”کس پر۔“

”تم پر۔ مجھ پر۔ سب پر۔ چپ چاپ سنتا جاؤ۔ خیردار جو کہہ کر
میں جوں جوں لگا تو تمہیں تفصیلات کس طرح بتا سکوں گا۔
”ہاں۔ خود کے روزانہ اپنے ذہن میں اندازہ کرنا شروع کرنا
اور۔۔۔ ہاں۔ کوئی پناہ گاہ نہیں رہی۔ تو وہ نریبول کے
میں۔“

”کے اندر گھس گئے۔ خود نے محسوس کیا۔۔۔ پناہ
گاہ کے گوشہ مزدور کی۔ لیکن دروازہ تنگ تھا۔“
”تمہارا بچہ کہہ رہا تھا۔“

”اور۔۔۔ اور۔۔۔ ہاں۔۔۔ البتہ فریادیں کیا۔۔۔ بات کیا۔ اور
کچھ اور بھی ہو کر پھر کوارٹروں کی چھت پر چڑھ گیا۔۔۔ اور
وہاں تک کہ اس کی ساری حالتیں اس کے پاس پہنچ گئیں۔“

اُسی پر لعنت تھ۔ ہزار بار لعنت ہو چھت پر چڑھ رہا ہے۔ میں
آگے کو بھاگتا دیکھا کہ سامنے چھت ختم ہو رہی ہے۔
میں پھر بلیٹ بڑا۔ اسلم چھت پر آچکا تھا۔

میں نے سامنے نگاہ ڈالی۔ سات آٹھ فٹ دور دوسری چھت
تھی۔ اللہ کا نام لے کر میں نے اس پر چھت لگا دی۔ منہ کے بل جاگرا۔
اور۔ اور اچھا ہوا۔ چھت پر ویسے ہی پڑے پڑے میں نے
دیکھا کہ پھیلی چھت پر سے اسلم نیچے جھانک رہا ہے۔ او۔ یا۔ آ۔
میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ لعنت ہے۔ وہ۔ وہ یہ سمجھ رہا
تھا کہ میں نیچے کو دیکر بھاگ گیا۔ ہشت۔ میں اُس سے اتنا قہوڑی
ہی ڈرتا تھا کہ نیچے کو دیکر بھاگ جاتا۔ میں نے کوئی چوری قہوڑی ہی
کی تھی۔ موٹا۔ بے وقوف کہیں کا۔۔۔
ابو الفرج نے ذرا منہ پھلا کر کہا۔

» یاں۔ یاں۔ تم اُس سے کیوں ڈرتے لگے۔ مجھ سے
اس کی تائید کی۔

و تو خیر سنو۔ آ۔ آ۔ او۔ اور وہ بکتا جھکتا چلا گیا۔
۔ دتھن منٹ بعد۔ بلکہ پانچ منٹ بعد میں نے نیچے تھمے کی
سوچی۔

اور۔ اور چھت زمین سے ۱۵۔ ۲۰ فٹ سے کم اونچی نہیں
تھی۔ کوئی ذریعہ نہیں تھا نرنے کا۔ یا۔ لعنت ہے۔

اور تنے میں میری نظریہ و شندان پر پڑی۔ لاکھ کوشش کی کہ اُسے
 کھول کر اندر اتروں مگر نہیں کھلا۔ پھر نیچے جو دیکھتا ہوں تو۔
 وہ خانساں کا بچہ۔ لعنت ہو اُس پر۔ میرا منہ چڑھا رہا تھا۔
 باغ اٹھا اٹھا کر کوس رہا تھا۔

باؤ۔ اوند۔ اوند۔ لعنت ہے۔ میں نے بھی جواب میں اُسے
 کے دکھائے۔ اُس نے کچھ بکنا شروع کیا۔ بس بس بس کی آواز آئی
 ۔ کیا کہہ رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بھی انگریزی میں۔
 گالیاں دینی شروع کر دیں۔

”بس۔ بس۔ سب سمجھ گیا۔“ خود نے ہر ہمتے ہمتے کہا۔
 ”یار۔ ابلی تو میں کلا بیکس پہ نہیں پہنچا۔“
 بیکس اُس کا جملہ ختم نہیں ہو سکا۔

”باؤ۔ بد معاشر۔ یہاں ہے تو۔“ ٹھہرے اسلام کی آواز آئی
 خود نے سر اٹھا کر دیکھا اس نے سے اسلام بچہ کا چلا آ رہا تھا۔
 اندر۔ اور پھر اُس نے بازو دیکھا ابوالفرح کے پر لگ چکے تھے۔

ابو اسلم کے رستہ سے بہت اکر کھڑا ہو گیا اور دوسرے
 سے بہت اکر دیکر ابوالفرح کے تاقب میں نہ پہنچ سکا کی گھنٹہ کی
 دھمک سے بولتا ہوا اس کے بازو سے گزریا۔

خود نے کلمہ مقدم لیا۔ حالات بہت گھڑ چکے تھے۔
اُس نے ایک سکند کیلے سوچا کہ کیا سب کو اپنے حال
میں چھوڑ کر شہامت کا بیج سے چل دینا مناسب رہے گا۔
لیکن پھر اسی خیال پر ملامت بھی۔

اور ساتھ ہی اُسے خیال آیا کہ اسلام کا موڑ اس قدر خراب
ہے کہ اُس سے کچھ بعید نہیں ہے کہیں وہ خدا نخواستہ
اور وہ اسلام کے پیچھے دوڑا۔
پچاس سال بعد قدم دوڑنے کے بعد اُس نے اسلام کو جالیا۔
”اسلم۔ اسلم“ اُس نے اُس کے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔ ”میرا
— مجھے کچھ کام ہے تم سے۔“

”ک۔ ک۔ ک۔ فٹ۔ فٹ۔ فٹ۔ کام خیا۔ ترہنم رجنم ہو گیا۔
—“ اسلام نے رفتار تیز کرتے ہوئے کہا کہ
زمین اُس کے قدموں کے نیچے کانپ رہی تھی۔
اور سلسلے میں قدم در در ابوالغزت و باگ رہا تھا اور پھر
نہا۔ بچاؤ۔ ن۔ یاؤ۔ بچاؤ۔ یہ مجھے باہر سے نال رہا ہے۔
اور اسلم نے لگا رہا تھا کہ کب۔ اور کب۔ کب۔ کب۔ کب۔
رہا ہے۔ کبیر۔ فٹ۔ فٹ۔ فٹ۔ فٹ۔
تالبا۔ حال آنا میں کہیں آفت نہ نہ ہو کر چل گیا۔

محمد نے ۱۵۱۲ ق م اسلام کے ساتھ دوستی سے کچھ غور کیا اور
اور اپنی تازہ اسکیم تیار بھی کر لی اور رُست علی جامہ بھی پہنا دیا۔
یعنی اسلام کے اثر لگا مارا۔

دھم - دھڑام - اسلام گرا - منہ کے بل گرا۔
محمد جلدی سے نپک کر اُسے اٹھانے لگا۔

اُدھر الیہ الفرج نے آواز سنی۔ بڑبڑا کر پٹ کر دو گیا اور حیب
اُسے اسلام زمین پر گرا نظر آیا تو وہ رکا اور پھر پلٹ کر محمد کے بازو
سے ہٹنا ہوا آنکھوں کی طرح رو رہا تھا ہوا تھا۔
وہ یہ فنی کسافے جھیل آگئی تھی۔ اُسکے لئے آگے ساہ فرار بند
تھی۔

غور کرنے کی ریت میرے اور وہ فٹ - فٹ - اُگتے ہوئے

اسلم کو اٹھا یا اور لہلا۔

وہ کہہ نکلتے ہیں پتھر لگاتے۔

فٹ - فٹ - فٹ - گڑ گڑا گیت۔ اسلام پینا فی فی پینا پینا

وہ کہہ نکلتے ہیں پتھر لگاتے۔ اسلام پینا فی فی پینا پینا

وہ کہہ نکلتے ہیں پتھر لگاتے۔

وہ کہہ نکلتے ہیں پتھر لگاتے۔

— شکر کرو کہ منہ نہیں ٹوٹا —

اور واقعی جب شکر تھا کہ جہاں اسلم گدا تھا زمین نرم تھی۔
لیکن۔ لیکن پھر بھی اُسکے خامی چوٹ آئی تھی۔ پیشانی سے خون بہ
رہا تھا۔ اور چہرے پر تمام خراشیں بھی خراشیں تھیں۔ اور بوٹوں
کے ایک گوشہ سے بھی لہو بہ نکلا تھا۔

”منہ نہیں ٹوٹا۔ اسے۔ فف۔ فف۔ دانت ٹوٹ گیا معلوم
ہوتا ہے؟ اور۔ اور۔ یہ پیشانی پر۔ باء۔ آء۔ فف۔ فف۔
”کچھ نہیں پیشانی پر چوٹ آئی ہے، محمود المسبحات سے سوال
سے اس کا چہرہ صاف کتنا ہوا بولا۔

”فف۔ فف۔ باء۔“ اور یکدم مورتی اسلم کو اپنا مشن
یا رآیہ۔ ”وہ۔ وہ البظرف کا بچہ۔ نکس گی۔ باء۔ تم۔ تم خوش ہو
— تم آئے میں آکر گیا۔ ورنہ گھنٹہ بھر اس کے چکر میں دوڑ رہا ہوں
اور مجھے کچھ نہیں ہوا تھا۔ فف۔ فف۔“ اسلم نے ایک ایک جملہ
رک رک کر ہائیت ہوئے ادا کیا۔

اور پھر بھاگ نکلتے کی تیاری کرنے لگا۔

”اسلم۔ ہر روز تمہیں سخت چوٹ آتی ہے۔“

”کتنی چوٹ۔ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ میں اس چوٹ سے آگیا ہوں۔“

”وہ تو میں پر تھی کہہ رہا تھا۔“

”جہم۔ فف۔ فف۔“ اور اس نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے

آدم گنڈے بعد محمود اسلم کے سر پہ چڑی باندھ کر اس
 کے چہرے کی خراشوں کو دھو کر آئینہ میں لگا کر احمد لٹے آسام
 بستر پہ لٹا کر اُسکے کمرے سے نکل رہا تھا۔

باب

چاندنی شباب پر تھی۔

سو کھٹے لٹڑ منڈ سے پیر بھی دلفریب نظر آ رہے تھے۔

لیکن محمود کا دل بھجا سا تھا۔

اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ صورتِ حالات اُسکے قابو کے نیلیں
رہتی ہیں۔ وہ۔ اسی میں خیر ہے کہ وہ علی الصبح شہامت کا پتہ نہ غائب
ہو جائے۔

اُس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکا، گہری سانس لی۔ اور پھر
مڑ کر اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔

اور اپنے انٹر پو نیورسٹی یا کُٹورہ گھنٹا کے منٹ کے متعلق سوچنے

لگا۔

وہ رخصت ہو کر اسلم اور ابو الغریج اور فیصلہ کے لئے نکلے۔

کے متعلق اپنی فکر کی طرح یہ بات نہیں سمجھنا چاہت تھا۔

انچ پچھے تھے ۔

وہ چپ چاپ بستر پر لیٹا ماکئی ایسوسی الیشن والوں پر دباؤ
ڈالنے کے لئے اسکیں بنا رہا تھا اور انہیں مستر دکتا جاتا تھا۔
اچانک دروازہ پر کسی نے دستک دی۔

”یہ کیا نئی مصیبت ہوگی۔ اُس نے سوچا اور بولا۔“ اندر آجڑیا
اور جب دستک دینے والی ہستی اندر داخل ہوئی۔ تو
واقعی اس پر چہرہ طبعی روشن ہو گئے۔
یہ۔ یہ۔ یہ نعیمہ تھی۔

”نعیمہ تم۔۔“ وہ لمحہ کھلا کر بستر سے اٹھتا ہوا بولا۔
”ہاں۔ میں۔“ حسینہ نے کہا۔
اور آگے بڑھ کر اس کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

چند سکنڈ تک دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے
رہے۔ کوئی کچھ نہیں بولا۔

محمد سوچتا رہا کہ نہ جانے یہ لڑکی اتنی۔۔۔ تگئے بیباک کیوں
آئی ہے۔ اور نعیمہ خدا جانے کیا سوچ رہی تھی۔
”اتنی رات تگئے تم یہاں۔۔۔“ محمد نے سوچا کہ کہہ دے
لیکن پھر چپ رہ گیا۔

نیہ۔ نے اُس کے اس طرح کہتے کہتے رک جانے کا کچھ اور بھی مطلب
لیا۔ بری۔

” محمد۔ تم۔ تم بھی مجھ سے خفا ہو۔“

” نہیں تو۔“ محمد لولا۔

اُس کی آواز میں ارتعاش تھا۔ خوف کا۔ وہ اتنی رات گئے اپنے
کمرے میں۔ بند کمرے میں د اُس نے کہ نیہ نے اندر داخل ہو کر دروازہ
پھر بند کر دیا تھا۔ دیکھنے جانے کے نتائج و عواقب کو سمجھ کر دل ہی
دل میں کانپ رہا تھا۔

” ش۔ م۔ و۔ د۔“ نیہ نے راگ کیمنج کر کہا۔ ”بس۔ بس۔

بہت شرمندہ ہوں۔ میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔“

” او۔۔ معافی کسبت کی۔“ محمد نے متعجب ہو کر کہا۔

اور ساتھ ہی اُس نے اطمینان کا سانس لیا۔

” معافی۔ بد سورتی رات کے معاملہ کی۔ جب میں نے اتنی بے دردی

سے تمہیں مل کر دیا۔“ ش۔ بہت شرمندہ ہوں۔“ وہ واقعی شرمندہ تھی۔

” اور۔۔ اس میں شرمندہ ہونے کی کیا بات ہے۔ اپنا۔ اپنا دل

بند۔ اور۔ اور۔“

” آہ۔ محمد۔ میں۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔“

محمد نے گونجنا جیسے غائبانہ جواب دیا۔ ”میں اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔“

” میں۔ میں گوارہ نہ کر کے آئی ہوں۔ نیت معاف کر دو۔“

”معاف کر دوں!“

”ہاں۔ اور مجھے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو۔ میں۔ میں۔ میں۔
میں بے وقوف تھی جو تمہاری محبت کو ٹھکرایا۔ مگر اب۔ اب۔
آہ۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔“

اپنے آپ شرماتی ہوئی حسینہ نے بے چین ہو کر کہا۔
”مگر۔ مگر۔ تم۔ تم تو ابوالفرح کو چاہتی تھیں۔“ محمود نے پوچھا۔
”اب بھی چاہتی ہوں مگر۔ مگر مجھے اب اس کی صورت دیکھنا بھی
بھی گوارا نہیں ہے۔ آہ۔ ہا۔ میں۔ میں کوشش کروں گی کہ اس کی یاد
بھلا دوں۔ تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہماری زندگی بد مہرے اور اُس کے خلیق
سے جذبات کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔“

”باہ۔ آہ۔۔“ محمود نے ٹھنڈی سانس لی۔

یہ نئی مصیبت اُسکے گلے پڑ رہی تھی۔

”میں۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں۔ میں ایک وفا شعار
۔“ نعیمہ نے اُسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں دے کر دباتے ہوئے کہا۔
میں ایک وفا شعار بیوی ثابت ہوں گی۔ مگر تمہاری زندگی میں
رہوں گی۔“

اندوہ پھر اس قدر شرمیلی اور گھبرائی کہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر
کمرے سے بھاگ نکلی۔

۰ ۱۰ - میں تو مر گیا ، محمود نے خود سے مخالف ہو کر کہا -
 یہ - یہ لڑائی - غضب ہو گیا - پھر اُس نے سوچا -

وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا غور کرتا رہا کہ یہ تازہ شگرف
 کیا کھڑا ہے -

اس کا مجمع شہامت کا بیج جانے کا ہر دو گرام چوہا پٹ ہوا جا رہا
 تھا -

ویسے اب بھی اُس کی طبیعت چاہ رہی تھی کہ بھاگ ہی نکلے -
 لیکن ساقہ ہی یہ بھی خیال آتا تھا کہ نیر کا دل - ٹوٹا ہوا دل اور
 ٹوٹ جائے گا -

یکدم اسے اسلم کی یاد آئی -
 اور وہ کانپ اٹھا -

اسلم جیسے موڑ میں تھا اسکے تخت کوئی چیز اُس سے قطعی بعید نہیں
 تھی -

اور یہ اور اسے خوف ستا رہا تھا کہ اگر وہ مس غائب ہو جائے گا تو
 پھر سب کو کوئی سنبھالے گا -

اُس نے آنکھیں میٹھی اور تصور میں اسلم کو الہ العزیز کا کھلا گھر
 دیکھ لیا -

اس نے سوچا کہ اگر وہ مس غائب ہو جائے تو شہامت کا بیج

میں ایک قتل تو بہر حال سہ ہی جائے گا

محمود نے سگریٹ سا نکایا اور بستر سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

اس نے صبح اڑتھو بہر جانے کا پیر و گرام ملتوی کر دیا تھا۔

اور بڑی سنجیدگی اور گہرے انہماک سے وہ راشدہ واسلم میل

اندر ابرو الفرج اور نعیمہ میں ملاپ کرا دینے کے لئے طریقہ کار میں ہزار

فیصد موثر۔ طریقہ کار کے لئے غور کر رہا تھا۔

یہ اس لئے کہ نہ صرف اسلم کی دیوانگی سے اُسے خدشات وابستہ

تھے بلکہ اُسے نعیمہ سے پند چھڑانا بھی تھا۔

نعیمہ اُسے قطعی پسند نہیں تھی۔ اور وہ اُسے عارفی مجربہ کی

حیثیت سے بھی ایک منٹ کے لئے گوارا نہیں کر سکتا۔ اور پھر اگر وہ

کو جلدی بھی رفع دفع نہ کر دیا جائے۔ یعنی سلجھا دیا جائے۔ تو اس بات

کا ڈر تھا کہ نعیمہ کہیں راشدہ کی طرح اس بات کا اعلان نہ کر دے کہ وہ

خود محمود۔ اس سے شادی کرنے والا ہے۔

اور۔ اور چچی بیگم اور چچانک الملاح پہنچ جائے تو پھر یکدم گڑ بڑ گھٹال

بہر جاتا تھا۔

اور اب اُسے جو کچھ کرنا تھا وہاں گھنٹہ میں گھنٹہ میں کرنا تھا۔

کرنا تھا۔

اُسے یقین تھا کہ ناشتہ کے وقت تک نعیمہ راشدہ کو ٹھہر کر

بنائے گی اور پھر ساشدہ خبر کو نور امشنہ کرے گی ۔

اُسے کچھ نہیں سوجھ رہی تھی ۔ سامنے تاریکی ہی تاریکی تھی ۔
لیکن نہیں ۔ کہیں دور ۔ بہت دور امید کی ایک کرن کی چمک
بھی تھی ۔

لیکن کیا ۔ اُسے ابھی طرح سے یاد نہیں آ رہا تھا ۔
غمور نے اپنا سر پیٹ لیا ۔ لیکن جیسے دماغ کام کرنے پر آمادہ ہی
نہیں تھا ۔

کوئی ترکیب ضرور تھی ۔ لیکن نوک دماغ پر دبر وزن نوک
نہیں آتا کہ رہ جا رہی تھی ۔
ایک ہی صورت تھی ۔ وہ ناک کو ترو تازہ کرنا تھا ۔

وہ دیر نہ ہو نیچے اترے ۔
لڑا لنگ روم میں داخل ہو کر اُس نے تخت خانہ کھولا ۔
خیر خیر کی تھیں جوتھیں خفیں نکال دیں ۔ چھوٹا سا جگہ میں سے اٹھایا اور
ہر ایک پر اس کا ہدف ۔ زور سے شربت اس میں اندھاں کر جگہ کو بھر دیا ۔
اس کا لاک ٹیل تیار تھا ۔

بہت سے غصے والے لڑتے تھے کہ لاک ٹیل سے

بچانے دوڑیں گے۔ اور پھر۔ پھر لڑکیوں کے دلوں میں پرانی محبت
عزیز کر آئے گی۔»

وہ کر سکی پھر ٹیچہ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔
لڑکیوں کو لڑکیوں کے سامنے۔ رشتہ اور نعیمہ کو اسلم والہ
الفرج کے سامنے کسی حادثے سے دوچار کر ادیکے سے اس کا کام بین
جاتا تھا۔

مگر حادثہ کیا ہو۔ کیسے اس کے لئے بندوبست کیا جائے۔
اُس نے اپنے دماغ پر ذرا اور زور دیا۔
ناولوں افسانوں میں پڑھتے سمجھتے کئی قصے یاد آئے کہ کس
طرح بیرونی کو۔ ناراض بیرونی کو۔ مصیبت میں، آفت میں مبتلا
دیجئے کہ وہ جان بھر کھیل کر لست بچاتا ہے اور بیرونی رام ہو جاتی ہے۔
ان تمام قصوں میں افسانوں اور کہانیوں میں ہر جہہ حادثے
ہوئے لگتے تھے اُنہی سے لست دو طرفہ کے حادثے بہت پسند
کئے۔

لکھنے کے وقت جانے کا دوسرا آئینہ دگی کا۔
بھلی قریب جی تھی۔ اور آتش زدگی کے اُس خوف دیا
سدا فی ہر وقت کے کپڑے یا پھر کوہکافی تھی۔
یہ کہ عورت عورتوں کے جہاں اس کے کتنی ہی عورتوں کی بکیر

رو کر دی۔ رات کو بارہ بجے بلکہ ایک بجے وہ راشدہ، نعیمہ، اسلم،
اور ابو الفرج کو کسی بھی جیلے سے جھیل کی سیر پر نہیں لے جاسکتا تھا۔
البتہ یہ صبح ضرور ممکن تھا۔

لیکن وہ صبح تک انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

”بس آتشزدگی کی واردات ہی مناسب سمجھتی گی، اُس

نے سوچا۔

دوسرے منٹ محمود اوپر کی منزل پر چڑھ رہا تھا۔

کارڈور میں لھڑے ہو کر اُس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔

اُس کے کمرے کے درجنے باغیچہ پہلا کمرہ اسلم کا تھا۔ دوسرا ابو

الفرج کا۔ اور دونوں بند تھے۔ ان کے کیمین سو رہے تھے۔

اُس کے کمرے کے سامنے کے کمروں کی قطاریں اُس کے کمرہ کی

بائیں سمت پہلا کمرہ راشدہ کا تھا، دوسرے میں نعیمہ ٹھہری تھی

یہ بھی بند تھے۔

پھر وہ نیچے اتر گیا۔

برطرت سلسانی تھی۔ رات کا تیسرا پہر تھا۔

چاندنی خامی تیز تھی۔ اس لئے وہ بغیر بجلی جیل کے کھل گیا۔

ریڈور اور سیاہی میں پھر تاربا۔

ادھر ادھر گھوم پھر کر اُس نے مرقعہ و خن کا محاسبہ کیا۔

راشدہ کے کمرے کے نیچے لائبریری تھی اور اُس سے متصل
ڈرائنگ روم تھا جس کے اوپر دوسرے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جہاں سے پہلے
والے میں بیچہ سکونت پذیر تھی۔

اب اُسے صرف سرگرم عمل ہونا تھا۔

اُس نے سہلا یا ایک اور سنگریٹ پی اور پھر طے کیا کہ بجائے
اس کے کہ آگ لڑکیوں کے کمرے میں لگائی جائے۔ نیچے ڈرائنگ روم
کا جل افٹ مناسب رہے گا۔ کیونکہ اسی سے لڑکیوں کو مزہ پہنچنے
کا احتمال بھی ختم ہو جاتا تھا اور ساتھ ہی۔

اُسے ڈرائنگ روم کا آؤٹ آف ڈریٹ فریجپر سخت
تاپہ سند تھا۔ اور وہ بیسیوں بار چچا جات سے کہہ چکا تھا کہ ایسے کبار
خانے بھیج کر دوسرا فریجپر منگوایا جائے۔ بیکس کوئی سنوا کی نہیں ہوتی
تھی۔

کچھ دیر بعد وہ گیرن سے پڑواں کاٹن لئے ہوتے نکلا۔
ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اُس نے بتی جلانی۔ نوکروں کے
کوہر ڈور پر تھے۔ دوسری سمت اُدھر سے روشنی کے دیکھ لئے
جائے گا کوئی خطہ نہیں تھا اور ساتھ ہی اُس نے بتی جلانے سے
پہلے کمرے کیوں وہ دروازوں پر پردے بھی کھینچ دیئے تھے۔

لائسیری کی سمت والی دیوار دیکھ کر اطمینان کر لیا آگ زیادہ
پھیلے بغیر لائسیری کو نقصان نہیں پہنچائیگی۔

دوسرے سمت وہ کمرہ میں پٹرول چھڑک رہا تھا۔
گیلن کے ڈبے کے ایک چوتھائی تک خالی ہو جانے کے بعد اس
نے پٹرول چھڑکنا بند کر دیا۔

ڈبہ کو بند کر کے دروازہ کے باہر لے جا کر رکھ دیا اور دروازہ
میں کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر بجلی کھجائی۔ اور پھر دیا سلائی سلائی اور
کمرے میں بیسٹک کر چھپٹ کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

ڈبے کو وہ اوپر بھاگا۔

اور اپنے کمرے میں رکھ کر طلبہ کی سے باہر نکلا۔ کارپڈور کے
شمالی سرے پر کی بالکنی تک تیز تیز چلتا ہوا گیا اور نیچے جھانک کر دیکھا
ڈرائنگ روم کے روشندانوں سے۔ دیڑھی لیٹروں سے۔
— دھواں اور آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اسلم اور ابو الفرج کے کمروں
کے پاس آیا۔ اور چپٹا۔

آگ۔ آگ۔ ہر اور ان کے دونوں کے دروازے تھے
ٹھپا کر چپ ہو گیا۔

دوسمندان بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اسلم اور ابو الفرج جھپٹ کر

باہر نکلے۔

”کہاں سے آگ کہاں لگی۔“

”کہاں لگی ہے۔“

دونوں نے پوچھا۔

ڈرائنگ روم میں۔ عین راشدہ اور نعیمہ کے کمروں کے
نیچے سائز بڑی تیزی سے بھیل رہی ہے۔ چلہ۔ بھاگو نیچے اتر چلیں۔
”راشدہ کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔“ اسلم نے کہا۔

”ہائے نعیمہ۔“ ابوالغریہ جیٹا اندر دونوں لڑکیوں کے کمروں
کی طرف لپکے۔

حمود بھی دونوں کے پیچھے دڑڑا۔

دونوں عاشق دوڑتے ہوئے علی الترتیب اپنی اپنی

ٹیمپوؤں کے دروازے پر رکے۔

”آگ۔ آگ۔“ دونوں ایک ساتھ چیخے۔ اور دروازوں

کے ہینڈل گھما کر یکدم اندر گھس گئے۔

اگر آگیاں نے اتفاقاً دروازوں کو اندر سے لولٹ نہیں کیا

تھا۔

حمود نے دونوں کمروں سے چند قدم دور ہی رک گیا۔
اور راشدہ و اسلم اور ابوالغریہ و نعیمہ کی گفتگو سنی و پکار کی

گزارندوں کو سن کر مسکرایا۔

پھر اُس نے ڈرلینگ گون کی جیب میں جلدی سے باقی
ڈالا۔ پٹروں کی شیشی نکالی۔

فرش پر پٹروں انڈیل کر ذرا ہٹتے ہوئے تیلی جلا کر نمودنے
یا بڑھینکی۔

اندر آگ کے شعلے بھراک اٹھے۔

سناختہ جی سلم راشدہ کا ہاتھ پکڑے دوڑتا ہوا کمرہ سے باہر
نکلا۔ دوسرے کمرہ سے ابو الفرج و نعیمہ دست بگریباں نکل کر
ان کے پیچھے آئی۔

نمود چھا۔ جلد ہی۔ جلد ہی۔

فری سہلے۔ دیر ہوئی تو پھیل جائے گی۔

پچ میں سے گزر کر آؤ۔

وہ آگ کے شعلوں کے اس پار کھڑا تھا۔

راشدہ اور نعیمہ نے چنیں مار میں۔

اسلم اور ابو الفرج نے اپنی اپنی جان متنازعہ کر گرو میں

اٹھایا۔ اور جت کرتے ہوئے شعلوں میں سے گزر کر اس پار آئے۔

وہیں ہی دونوں نے کیوں کو گرو میں اٹھائے ہوئے تھے کہ غور

بجائے۔

مخوڑنے پر دیکھا۔ مسکرایا اور ایک منٹ توقف کر کے جب
۲ اونس ۳ اونس بھر پڑواں جل چکا تھا۔ اور شعلے ختم ہو گئے۔ تو
وہ کاریڈور سے زینہ کی طرف بھاگا۔

اُس نے پڑواں کاریڈور میں ایسی جگہ انڈیا کا تھا جہاں
دس دس منٹ تک دزدوں بازو میں کہ فی دروازہ نہیں تھا۔

دیواریں، اور فرش پکا تھا۔ اس لئے آگ لگ جانے کا
ڈر نہیں تھا۔

اور شیٹی بھر پڑواں ۲، ۳ منٹ میں جل کر ختم ہو گیا تھا۔

نیچے برآمدے کے سامنے سبزہ پر چھا جان۔ چچی بیگم۔
اور مجال خاں کھڑے بیٹھے رہے تھے۔

سبزہ پر راشدہ اور نفیسہ بیٹیاں ہوائی سی تھیں۔ رکیاں غالباً
اوپر بے ہوش ہو گئی تھیں۔

اودان کے عاشقان صادق رومال جھل رہے تھے۔

شہزادہ مست کا بیٹا بقدر نورسنا ہوا تھا۔ ہر طرف بتیاں جل رہی
تھیں۔

خاندانہ دہان اور نوکرانوں کا ایک لشکر کا لشکر فیروز کی سرکردگی

میں بالیاں بھر بھر کر پانی اور ریت ڈرائنگ روم میں پھینک رہا تھا۔

اور سامن روم اور لائبریری سے سامانِ ادھر اُدھر لگا رہا تھا۔
اور شکر کا مقام تھا کہ آگ ڈرائنگ روم تک ہی محدود تھی
لیکن پھر بھی چچا جان اور چچی بیگم بے حد پریشان تھیں اور پھیپھڑے
کرنکروں کو ہدایات دے رہی تھیں۔

چچا جان سب تو اب تہامت جنگ کراہ رہے تھے۔
”بیگم سہ! بیگم میری لائبریری۔“
”یائے میری کتابیں۔“

حمود فوراً لائبریری کی طرف لپکا۔
اتنے میں دوسرے فائر بخین کی ٹن ٹن سنائی دینے لگی۔

لائبریری میں پہنچ کر حمود فوراً چچا جان کی خاص میز کی طرف
گیا۔ دروازے کو جھٹکا دے کر کھولتے ہی۔ قفل توڑ کر۔ اُس کے
دماغ کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

۱۔ ۱۔ ۱۔ اُس کے نوٹوں کی ایک گڈی تھی۔

اُس نے فوراً گڈی جیب میں اتار لی اور ساتھ ہی تمام
کاغذات بھی نکال لئے۔ اور دروازہ بند کر کے ایک سگنڈہ کھائے

آنکھیں میچ لیں۔ پھر چیخ کر فیروز تخت سے کہا کہ میز باہر نکلنے میں اس کی مدد کرے۔

فیروز کی مدد سے اسی یک خانہ۔ ایک دروازہ والی۔ میز کو لے جھکے وہ باہر نکلا۔

انہیں ہر آمد سے نیچے اترنے کے لئے ڈرائنگ روم کے سامنے سے ہو کر جاتا پڑتا تھا۔

آگ کے شعلے ڈرائنگ روم کے چلے دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ چوکھٹ اور دروازے کبھی کے جل چکے تھے۔

عین اسی وقت جب کہ میز دروازہ کے محاذی تھی۔ محمود لڑکھڑاہٹ اور سینٹے سینٹے اس طرح گرا کہ میز الٹ کر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری۔ اور ساتھ ہی اس کی دروازہ دروازہ ہیں سے ہوتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

اندروں ڈرائنگ روم میں۔ جو تنور بنا ہوا تھا۔ آگ میں بجائی۔

درائیں محمود نے جان بوجھ کر لڑکھڑاہٹ الٹ ہوئے۔ سوچ سمجھ کر گریستے ہوئے دروازے سے کود پڑا کہ دست کر ڈرائنگ روم میں گر پڑا۔

آہ۔ میز کی میز۔ مہرے کا خزانہ۔ چبا جان چلے گئے۔

اتنے میں فائر بریگیڈ کا انجن کھینڈ میں داخل ہوا۔

آدھ گھنٹہ بعد آگ بج چکی تھی۔

اور فائر بریگیڈ والے واپس جا رہے تھے۔

مخود نے ہر آمدے میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر سٹانے دیکھا۔

چچنجان لائبریری سے نکالے ہوئے سامان کی طرف متوجہ تھے اور کچھ بڑے بڑے رہے تھے۔

چچی بیگم نوکروں کو ڈانٹ ڈپٹ رہی تھیں اور آتشزدگی کی ذمہ داری ان کی لپٹ پر ڈائیوول پر رکھ رہی تھیں۔

اور۔

اور اس کی آنکھیں چمک گئیں۔

سامنے۔ مقدمہ دروازہ پر دنیا مافیہا سے بے خبر چلا گیا۔
عشق بیٹھے تھے۔

ہر آمدے کی روشنی کے نور میں وہ محانت لہو پر دکھائی دے رہے تھے۔

راشدہ اسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے تھامے ہوئے وہ سب بات کہتے ہیں
پیارے اس کے سر پر بندھی ہوئی چوٹی پر چھ رہی تھی۔ وہ مسکراتی

رہی تھی۔

اسم کے چہرے سے خوشی چھوٹی پڑ رہی تھی۔
 دونوں سرگوشیوں میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ اور ذرا سا دیر
 سے ہنس بھی دیتے تھے۔

ان سے چند قدم ہٹ کر ابو الفرج حبیبی۔ ابو الفرج حبیبی
 نہیں۔ اپنی جان تمنا نعیمہ سے چپکا بیٹھا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اُسکی
 کمر کے گرد تھا۔

اور نعیمہ بڑے پیار سے اُسکے بالوں کو انگلیوں سے منتشر کرتی
 ہوئی دبی ہوئی آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔

اور محمود ۲۵ قدم دور سے بھی ابو الفرج کی با عہد اف۔
 لعنت ہے کن رہا تھا۔

محمود نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور خود بخود۔ غیر ارادی
 طور پر اسکا منہ تھپتی نکل گئی۔ اور وہ کوئی تیز دھن بجانے لگا
 جی۔ بیگم نے جو نوکروں کو ڈانٹتے ہوئے رک گئیں تھیں۔
 اپنے جیب کی بھٹی پر دھن سنو۔

فہم سے وہ اس کی جانب پٹیں اور جھنجھیر۔

”محمود۔“

محمود نے ان کی توقع کے خلاف بڑھکھلائے بغیر ان کی طرف
مڑ کر دیکھا اور پھر جواب دیئے بغیر گردن پھیر لی۔
ساتھ ہی اُس نے ایک ٹھنڈی سانس بھی کھینچی۔
چچی بیگم نے بڑے تعجب سے اس کی نگاہوں کے رخ کی سمت
دیکھا کہ آخر وہ اس قدر انہماک سے کون سا مسرور کن منظر دیکھ
رہی ہے۔

اور۔۔

اور پھر ان کے دیسے پھیل گئے۔

بے اختیار ان کے منہ سے بھی سکون والہمینان کی مٹھریک
ٹھنڈی آواز نکلی گئی۔

مسکراتی ہوئیں بلکہ جھومتی جھامتی ہوئی وہ اپنے بھتیجے کی طرف
بڑھیں اور اُسے کندھے سے ہلا کر آہستہ سے بولیں۔

”دیر۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔“ کہیں نہ سب تو شہر

”انہیں حقیقت ہے۔“

”لیکن کیت۔۔ کیسے یہ سب ہوا۔ وہ قدری لڑکا۔“

”محمود کی کہانیاں ہیں۔“

محمود انکی بات کا ٹکڑا کرنا ہوا اور۔

”یہ سب۔۔“

چچی بیگم نے جواب میں اس کے گال محض پھپھرائے۔ اور
آگے بڑھنے لگیں۔

”نہیں۔ انہیں۔ اُن کی خوبیت میں مداخلت نہ کیجئے۔“ محمود
نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

اور پھر یکایک کچھ یاد کر کے بولا۔
چچی بیگم۔ مائی ڈیرسٹا۔ مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔
”ذرا اُسی طرف چلئے۔“

۲۰، ۱۵ قدم ہٹ کر پورٹیکو کے ستون کے پاس پہنچ کر
محمود نے ڈرائنگ گون کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔
اور اُن سے بولا۔

”آنکھیں بند کیجئے تو ایک چیز دس۔“
”لڑکے۔ یہ۔ یہ بھی کوئی مذاق کا وقت ہے۔“
چچی بیگم جھلا گئیں۔

وہ دراصل یہ سمجھ کر آئیں تھیں کہ محمود انہیں کوئی بہت اہم
بات بتانے جا رہا ہے۔

”چچی بیگم۔ آنکھ بند کیجئے۔ جلدی۔“ محمود چنچا۔
”لڑکے۔“

”چی بیگم۔ آپ کو میرے سر کی قسم ہے۔“ محمود نے دھمکی دینی
چاہی۔

”اچھا۔ اچھا لڑکے۔“ اور انہوں نے آنکھیں میچ لیں۔

محمود نے فوراً جیب سے نکال کر نوٹوں کی گڈی اُن کے
ہاتھوں میں بٹھا دی۔ اور بولا۔
”اب آنکھیں کھول لے۔“

چی بیگم نے آنکھیں کھولیں۔ فطری طور پر اپنے ہاتھوں میں
دیکھا اور یخیں۔

”لڑکے۔ کہاں سے نے آیا۔ سب۔ سو سو کے ہیں۔“
”آہستہ آہستہ بولے۔“ چچا جان نہ سن لیں۔ ان کی میز پر
اڑا لیا ہوں۔“

”مگر بابا۔“ انہیں پتہ نہیں چلے گا کیا۔ تو تو بدھو ہے۔“
ہشت۔ میں نے انکی میز کی دراز ڈرائنگ روم میں۔
لڑکا دی۔

۔ اور۔ اور میرے خیال میں اب تک وہ ان روپیوں کو یہ سمجھ
کر صبر کر چکے ہونگے۔ کہ دراز کے ساتھ چل گئے۔
چی جان نے نوٹوں کو دیکھا۔ پھر سعادت منہ بھتے کو دیکھا
اور یکدم اُسے سینے سے چٹا کر اُس کی پیشانی کا بوسہ لے کر

بولیں۔“

”تو۔ تو میرا ہے میرا۔“

”ہوں۔ شکریہ۔ مگر میرے ہزار روپے دینا نہ بھولے؟“

محمد نے کہا۔

دوسرے سکنڈ وہ انہیں نوٹ گنتے میں مصروف چھوڑ کر

بیچے لان کی طرف بڑھا۔

راشدہ اور اسلم کے پاس قریباً ان کے سروں پر

وہ جاکھڑا ہوا۔ مگر دونوں کو خبر بھی نہیں ہوئی۔ ایک دوسرے ہی

عالم میں وہ کھوئے رہے۔

”فت۔ فت۔ باء۔ آء۔ میرے عزیز۔“ محمد نے کہا اور

دونوں کے بوکھلا کر اس کی جانب متوجہ ہونے سے پہلے آگے بڑھ گئے۔

ابوالفرح اور نعیم اتنے غافل نہیں نکلے۔

وہ اس کے قریب آتے ہی ذرا ہٹ کر ایک دوسرے

سے دور ہو کر بیٹھ گئے۔

”افت۔ لعنت ہو۔“ اس نے نرم سے کہا۔

اور ہنستا ہوا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ ابوالفرح اٹھا۔

”کس پر لعنت بھیج رہے ہو۔؟“ اُس نے سوال کیا۔

مریضان عشتی پر۔ تم نے سنا نہیں۔ چچا غالب کیا کہہ گئے۔

ہیں۔

”پتہ نہیں۔“ ابو الفزع اُس کے رویہ سے کچھ حراساں تھا۔

ۛ مریض عشق پر لعنت : خدا کی۔

مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی۔

”اے۔ باء۔ وہ۔ وہ تو یوں ہے“ ابو الفتح اُسے ڈالتے

کے انداز میں بولا۔

”مریض عشق پر رحمت خدا کی۔۔۔“

لیکن محمود نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔

اپنی کہہ کر وہ تیزی سے دروازے سے چل پڑا تھا۔

وہ جھیل میں کشتی میں لیٹے ہوئے ہاکی ایسوسی ایشن والوں

کو اپنے کس کی نائید پر آمادہ کرنے کے لئے اسیکیہیں بناتا جا رہا تھا۔

ختم ہوا۔

==